بدیع الزمان
سعید نورسی کے
قرآنی افکار

انصر جمال
پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس



بسم اللہ الرحمن الرحیم

بدیع الزمان سعید نورسی
کے
قرآنی افکار

انصر جمال
پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس

ادارہ تصنیف و تالیف و ترجمہ
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

سلسلۂ اشاعت ۸

مدیر اعزازی: شیخ الجامعہ پروفیسر ڈاکٹر محمد علی

مدیر: عمید کلیہ پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

اس کتاب کی منظوری شیخ الجامعہ نے مراسلہ نمبر DFIOL/ ۶۳ کے تحت مرحمت فرمائی

کتاب	بدیع الزمان سعید نورسی کے قرآنی افکار
از	انصر جمال
	پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس
ایڈیشن	اول ۲۰۱۵ء
قیمت	300.00 روپے

اِدارہ تصنیف وتالیف وترجمہ

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Email: drhumayunabbas@gmail.com

فون: +92- (0) 41- 920 1559

فہرست عناوین

پیغام

اللہ رب العزت نے ہر دور میں فکر اور حرکتِ عمل کے حامل، متحرک، فعال اور منصوبہ ساز انسان پیدا کیے ہیں جو دنیا کو قرآن وحدیث کے علوم سے متعارف کرانے کے ساتھ ساتھ نئی جہات سے روشناس کرواتے ہوئے، روحانیت اور حقیقت پسندی کی عمارت کے ایک عرصے سے زمین بوس ہو جانے کے بعد اس کی تعمیر نو کرتے ہیں۔

بدیع الزمان سعید نورسی بھی ایسے ہی عظیم اشخاص میں سے ایک ہیں جو بلند مرتبہ عالم، صوفی، عقلمند دانشور، ایک سچے داعی ہونے کے ساتھ مفسرِ قرآن اور مفکرِ قرآن بھی تھے، اور انہوں نے اپنے وقت کے پُرفتن دور میں معاشرے کی تطہیر کیلئے اہم فریضہ سرانجام دیا، اور قرآن کی تفسیر میں منفرد وجدید طرزِ اُسلوب کو اختیار کرتے ہوئے قرآن کے ایسے اسرار و رموز سے اُمت مسلمہ کو باخبر کیا جس کی فہم سے وہ ابھی تک نابلد تھی اور اپنی قرآنی فکر کے توسط سے لوگوں کو دینِ اسلام وقرآن مجید کی طرف مائل کرتے ہوئے اُمت میں وحدت کو قائم کیا اور انتشار کو ختم کیا۔ لیکن اُن کی اس قرآنی فکر کے ترک اور عرب تک محدود ہونے کی وجہ سے برعظیم پاک وہند کے محققین اُس سے خاطر خواہ استفادہ نہ کر سکے۔

پیغام

اللہ رب العزت نے ہر دور میں فکر اور حرکتِ عمل کے حامل، متحرک، فعال اور منصوبہ ساز انسان پیدا کیے ہیں جو دنیا کو قرآن وحدیث کے علوم سے متعارف کرانے کے ساتھ ساتھ نئی جہات سے روشناس کرواتے ہوئے، روحانیت اور حقیقت پسندی کی عمارت کے ایک عرصے سے زمین بوس ہو جانے کے بعد اس کی تعمیر نو کرتے ہیں۔

بدیع الزمان سعید نورسی بھی ایسے ہی عظیم اشخاص میں سے ایک ہیں جو بلند مرتبہ عالم، صوفی، عقلمند دانشور، ایک سچے داعی ہونے کے ساتھ مفسرِ قرآن اور مفکرِ قرآن بھی تھے، اور انہوں نے اپنے وقت کے پُرفتن دور میں معاشرے کی تطہیر کیلئے اہم فریضہ سرانجام دیا، اور قرآن کی تفسیر میں منفرد وجدید طرزِ اُسلوب کو اختیار کرتے ہوئے قرآن کے ایسے اسرار ورموز سے اُمت مسلمہ کو باخبر کیا جس کی فہم سے وہ ابھی تک نابلد تھی اور اپنی قرآنی فکر کے توسط سے لوگوں کو دینِ اسلام وقرآن مجید کی طرف مائل کرتے ہوئے اُمت میں وحدت کو قائم کیا اور انتشار کو ختم کیا۔ لیکن اُن کی اس قرآنی فکر کے ترک اور عرب تک محدود ہونے کی وجہ سے برِعظیم پاک وہند کے محققین اُس سے خاطر خواہ استفادہ نہ کر سکے۔

اسی لئے زیرِ نظر کتاب ''بدیع الزمان سعید نورسی کے قرآنی افکار'' کو شائع کیا گیا ہے جو در حقیقت ایم فل علوم اسلامیہ و عربی کا ایک مقالہ ہے جو انصر جمال نے پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس کی زیرِ نگرانی ۲۰۱۴ء میں مکمل کیا۔ اس کتاب کی اشاعت کا مقصد محققین علماء و عوام الناس کو علوم اسلامیہ میں جدید رجحانات سے آگاہ کرنا ہے تا کہ فکری نظریات اور روحانی حسنات و تنزلات کے صحیح تعینات کے لئے انسان کو علمی و استدلالی رہنمائی مل سکے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد علی
وائس چانسلر
جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

طہارت تحقیق کا شہادت نامہ

ختم نبوت کے لازمی تقاضا کے طور پر حفاظت دین کی ذمہ داری علماء، صلحا اور مجددینِ اُمت پر آ گئی۔ اخلاص ومحبت سے بھرپور اس طائفہ نے خادمِ دین ہونے کو اپنے لئے اعزاز وشرف سمجھا اور اپنی عمر اسی عبادت میں صرف کردی۔ یہ صلحا ہر دور اور ہر علاقہ میں اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ اگرچہ ''عثمانی خلافت'' کمزور تھی لیکن پھر بھی وحدت کا بھرم قائم تھا مگر اس کے بعد کی صورت حال نے ایک خاص کیفیت پیدا کی جس نے علماء وصلحا کو پریشان کیا، ان مشکل اور تکلیف دہ حالات میں جن مردانِ خدا نے صالح معاشرہ کے قیام کے لئے اپنی تگ وتاز جاری رکھی ان میں ایک نام سعید نورسی (م:1940ء) کا ہے جو بدیع الزمان کے نام سے جانے جاتے تھے، جو آخری عثمانی خلیفہ کے ساتھ ایک یونی ورسٹی کے منصوبہ پر کام کر رہے تھے کہ حالات بدل گئے۔ مصائب کا نہ ختم ہونے والا ایک دور شروع ہوا، لیکن بدیع الزمان رسائل نور کے ذریعہ فکر مستقیم کی فکر واشاعت میں مشغول ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کو علوم اسلامیہ کی 90 کتب زبانی یاد تھیں۔ علامہ نورسی نے ان کتب پر غور وفکر کے بعد مسلم

امہ کے مسائل میں جہالت، معاشی عدم استحکام اور جدید فنون میں پیچھے رہ جانا، کو بطور خاص ذکر کیا۔ قرآن کریم ان کی فکر کا محور و مرکز بنا۔ قرآن کی تفسیر میں منفرد اور جدید اسلوب اختیار کرتے ہوئے قرآن کے ایسے اسرار و رموز سے امت مسلمہ کو باخبر کیا جس سے ابھی تک وہ نا آشنا تھی۔

شعبہ علوم اسلامیہ و عربی میں عزیزم انصر جمال نے ایم فل علوم اسلامیہ کے لئے ''بدیع الزماں سعید نورسی کی قرآنی فکر'' کے عنوان سے مقالہ لکھا۔ اس موضوع کے انتخاب کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ بیرون پاکستان مسلم مفکرین کے افکار کو سمجھنے کی کوشش کی جائے ایسی کوششوں کے صالح نتائج ہمارے معاشرہ پر مرتب ہو سکتے ہیں۔ پاکستان میں اس نوعیت کے یہ اولیں کاموں میں سے ایک ہے اسی نوعیت سے متعلقہ دنیا کی دیگر جامعات میں درج ذیل کام ہو چکے ہیں:

۱۔ التعلیم فی ضوء فکر النورسی از الدکتور ابراهیم ابو محمد

۲۔ الصور و المرایا فی تراث النورسی از ادیب ابراهیم دباغ

۳۔ اسس الوحدة الفکریة عندبدیع الزمان سعید نورسی از الدکتور عبدالکریم عکیوی، جامعة ابن ازهر، اغادیر

۴۔ البُعد العُقدی فی فکر النورسی از الدکتور شفیع الماحی احمد جامعة الملک سعود، ریاض

۵۔ بدیع الزمان النورسی سیمیاء الشکل والصمیم از الدکتور عشراتی سلیمان جامعة وهران، الجزائر

۶۔ العدالة لاجل عالَم افضل للانسانیه من خلال رسائل النور

۷۔ سؤال الاخلاق فی مشروع النورسی

۸۔ بدیع الزمان النورسی و اثبات الحقائق الایمانیة (المنهج و التطبیق)

از الدکتور عمار جیدل، جامعة الجزائر، کلیہ اصول الدین، ۲۰۰۰ء

شیخ الجامعہ ڈاکٹر محمد علی زید مجدہ نے فروغ علم کی مثبت کاوشوں کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کی۔ یہ کتاب بھی اسی حوصلہ افزائی کے نتیجہ میں ادارہ تصنیف وتالیف وترجمہ کے پلیٹ فارم سے شائع ہو رہی ہے۔ علوم اسلامیہ کے حوالہ سے یہ تحقیق ایک خوبصورت اضافہ ثابت ہوگی اور صحیفہ آیات قدس کے مفاہیم ومطالب کے اُن زاویوں سے نقاب کشائی کا باعث بنے گی جو ابھی تک تشنہ فکروں سے دور ہیں۔

بے جا نہ ہوگا کہ اس کتاب کو طہارت تحقیق کا شہادت نامہ قرار دیا جائے۔

پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس

ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ

جی سی یونی ورسٹی، فیصل آباد

16 مارچ، 2015ء

باب اول

بدیع الزمان سعید نورسی کے احوال
و آثار

ابتدائی حالات و تعلیم و تربیت

بدیع الزمان سعید نورسی اُنیسویں صدی عیسوی اور تیرہویں صدی ہجری کے دور کے ہیں جنہوں نے ترکی میں اسلامی تعلیمات کی تعلیم و ترویج میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔

نام ونسب

آپ کا اصل نام سعید ہے۔ ۱۔ آپ کے اُستاذ ملا فتح اللہ نے آپ میں حفظ و ذکاوت کی علامات کو جب دیکھا تو اُنہوں نے آپ کو بدیع الزمان کے لقب سے نوازا۔ ۲۔ آپ کا آبائی گاؤں ''نورس'' (Nurs) تھا اسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کے نام کے ساتھ نورسی کی نسبت معروف ہے، آپ کی ولادت ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء میں ہوئی، آپ طویل القامت اور گندمی رنگ کے مالک تھے۔ آپ کے والد کا نام میرزا تھا اور آپ کے والد کی وفات کے بعد اُن کو آپ کے ہی گاؤں ''نورس'' کے قبرستان میں دفنایا گیا اور آپ کی قبر پر ''مرزہ'' لکھا ہوا ہے اور آپ کی والدہ کا نام نوریہ تھا۔ ۳۔

تخلیقی عناصر

آپ کی شخصیت کو نمایاں کرنے میں اور آپ کو علمی قابلیت میں اوج ثریا تک پہنچانے میں جو تخلیقی عناصر کار بند رہے وہ درج ذیل ہیں:۔

۱۔ گھریلو ماحول

۲۔ بشارت رسول

۳۔ اساتذہ کی تعلیم وتربیت

۱۔گھریلو ماحول

نورسی خوش قسمت ہیں کہ اُن کو ایسے گھر کا ماحول میسر ہوا جس نے اُن کی شخصیت میں ابتداء سے ہی نکھار پیدا کیا اور تقوی اختیار کرنے والا بنایا کیونکہ آپ کے والدمحترم صوفی میرزا انتہائی نیک و پارسا شخص تھے جنہوں نے کبھی بھی نہ خود حرام کھایا اور نہ ہی اپنی اولاد کو حرام کا لقمہ کھلایا یہاں تک کہ جب آپ اپنے مویشیوں کو چارہ کھانے کے لئے لے کر جاتے تھے تو اُن کے منہ باندھ کر لے جاتے تھے تاکہ وہ کسی دوسرے کے کھیت سے چارہ نہ کھائیں۔اورآپ کی والدہ بہت ہی نیک اور تہجد گزار خاتون تھیں اوران سے جس وقت آپ کی تربیت کے متعلق آپ کی اس نایاب ذکاوت کا سوال کیا گیا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ میں نے اپنی ساری زندگی میں شرعی معذوری کے علاوہ تہجد کی نماز قضاء نہیں کی اور نہ ہی میں نے اپنی اولاد کو کبھی بغیر طہارت اور وضو کے دودھ پلایا۔ ۴؎

۲۔بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نورسی کی شخصیت وعلمی استعداد میں سب سے زیادہ جو انقلاب پیدا ہوا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت وبشارت ہے جس نے نورسی میں تعلیم وتعلم کا شوق پیدا کیا اور خداداد صلاحیتوں سے مالامال کردیا۔جس کا واقعہ درج ذیل ہے:۔

نورسی جب ''نورشین'' (Nwrshyn) میں ایک مدت تک رہے پھر وہ 'خیزان' (Kesan) منتقل ہوئے تو اُنہوں نے حصول علم کو چھوڑ دیا اور اپنے والدین کی بستی ''نورس'' لوٹ آئے تو اسی دوران ۱۸۹۱ء/ ۱۳۹۸ھ کا موسم ربیع آ گیا تب نورسی نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوئی ہے اور نئی کائنات سامنے ہے تو آپ کو فکر ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کیسے ممکن ہے؟ پھر آپ کو یاد آیا کہ پُل صراط سے ہر ایک نے گزرنا ہے تو وہاں جا کر

انتظار کرتا ہوں تو آپ جلدی سے پل صراط پر پہنچے اور وہاں سے تمام انبیاء کرامؑ کا گزر ہوا، آپ نے ان کی زیارت کی اور ہر ایک کے ہاتھ کا بوسہ لیا اور جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں ہاتھوں کی خواہش کی، اُن کو بوسہ دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علم کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نورسی کو یہ بشارت دی کہ "تجھے علم قرآن عطا کیا جائے گا کہ تو کسی سے سوال نہیں کرے گا"

اس خواب نے نورسی کو طلب علم کی ترغیب دی اور اُنہوں نے اپنے والد سے حصول علم کے لئے "ارواس" (Awras) میں ملا محمد امین آفندی کے پاس جانے کی اجازت چاہی اور اُن کے پاس حصول علم کے لئے چلے گئے، پھر میر ولی حسن اور پھر بایزید سے بھی استفادہ کیا۔ ۵ ؎

۳۔ اساتذہ کی تعلیم وتربیت

نورسی کو جو علمی مقام حاصل ہوا اُس میں اساتذہ کا بہت ہی اہم کردار ہے جن کی تعلیم وتربیت کی بدولت نورسی کو تمام اہم فنون میں مہارت حاصل ہوگئی اور علوم میں دسترس ہوگئی کیونکہ یہ سب اساتذہ کی تعلیم وتربیت کی بدولت ہی ممکن ہوا کہ جن کی انتھک کوششوں سے نورسی کا نام آج بھی زندہ ہے اور اُن کو وہ علمی مقام ملا کہ اُن کے رسائل کو دنیا بھر میں عالمی شہرت حاصل ہوئی۔

اہل وعیال

نورسی نے شادی نہیں کی تھی جس بنا پر ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ اور نورسی کی عمر جب نو برس تھی تو ان کی والدہ کی وفات ہوئی اور جب ان کی عمر پندرہ برس تھی تو ان کی تینوں بہنیں وفات پا چکی تھیں اور پچاس برس کی عمر تک آپ کے تینوں بھائی بھی عالم برزخ کی طرف رحلت فرما گئے تھے۔ ۶ ؎

"سیرۃ ذاتیۃ" کے حاشیہ میں یہ بات نقل کی گئی ہے کہ نورسی کے بارے میں اکثر کی یہ رائے ہے کہ وہ اہل بیت میں سے تھے اور اپنے والد کی طرف سے اُن کی نسبت حضرت حسنؓ اور والدہ کی طرف سے حضرت حسینؓ کی طرف اُن کی نسبت تھی۔ ۷ ؎

محرومیوں کا ازالہ

نورسی کو اپنی والدہ کی محبت، بھائیوں کی صحبت، بہنوں کا پیار اور اولاد کی محرومی کا جو احساس تھا وہ اپنی ان محرومیوں کے ازالہ کے بارے میں کچھ اس طرح ذکر کرتے ہیں:۔

اللہ نے میری والدہ کے بدلے ہزاروں ایسی ماؤں سے نوازا جنہوں نے ''رسائل النور'' سے استفادہ کیا، اور میرے بھائیوں اور بہنوں کے عوض ایسے ہزاروں بہن بھائی دیے جنہوں نے ''رسائل النور'' کے دعوتی خطوط سے فوائد حاصل کیے، اور دنیا میں اولاد کی محرومی اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اللہ رب العزت نے میری طرف لاکھوں روحانی اولاد کو متوجہ کر دیا جو مستقبل میں ''رسائل النور'' سے استفادہ کرے گی۔ ۸؎

طریقت وصوفیت

نورسی کہتے ہیں کہ جب میری عمر پندرہ برس کے قریب تھی تو میرے سب اہل واقارب طریقت نقشبندیہ کے ساتھ منسلک تھے لیکن میں اپنی زندگی میں جب بھی کوئی ذکر واوراد کرتا تھا تو سب سے پہلا اُس کا ثواب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں ہدیہ کرتا پھر شیخ عبد القادر گیلانیؒ کی ذات کو، میں اپنے آپ کو طریقت نقشبندیہ کے ساتھ تین وجوہ سے منسلک کرتا تھا کیونکہ اس سلسلہ کے ساتھ میرے والدین اور اساتذہ منسلک تھے لیکن طبعا مجھے طریقت قادریہ کے ساتھ محبت تھی۔ ۹؎

اس سے پتہ چلتا ہے کہ نورسی بھی ایک صوفی تھے اور اُن کے والدین، عزیز واقارب اور اساتذہ سلسلہ نقشبندیہ سے وابسطہ تھے لیکن نورسی کو طبعا سلسلہ قادریہ کے ساتھ لگاؤ تھا۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ نورسی سلسلہ نقشبندیہ وقادریہ دونوں کے ساتھ منسلک تھے۔

قناعت پسندی

نورسی اپنے والد کی طرح ایک فقیر الحال شخص تھے لیکن اس کے باوجود آپ کی قناعت پسندی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کبھی بھی کسی کا کوئی ہدیہ، صدقہ اور زکوۃ قبول نہیں کی، حالانکہ''

کردستان'' میں یہ عادت تھی کہ طالب علموں کے رزق کو وہاں کے لوگوں کے ذمہ لگا دیا جاتا تھا جو اپنی زکوۃ سے اُن کی امداد کرتے تھے لیکن نورسی نے اس کو قبول نہیں کیا اور بعد میں اس کو اپنی قناعت تامہ قرار دیتے ہوئے اس کی حکمت یہ بیان کرتے ہیں کہ ''رسائل النور'' یہ خالص ایمان اور آخرت کے لئے خدمت ہے اس کو شخصی منافع سے محفوظ رکھنے کے لئے میں نے لوگوں کے ہدایہ وعطیات کو قبول نہیں کیا بلکہ خود تنگی و محتاجگی میں زندگی کو بسر کرنا قبول کیا لیکن کسی کا احسان لینا پسند نہیں کیا۔ ۱۰؎

اس سے نورسی کی خودداری کا علم ہوتا ہے کہ اُن کی خودداری نے ہی اُن کو اتنی کامیابیوں سے نوازا کہ آج اُن کی وفات کو اتنا عرصہ بیت گیا لیکن اُن کے رسائل آج بھی پڑھے جاتے ہیں۔

تعلیم و تربیت

نورسی کو ابتدائی تعلیم اُن کی والدہ محترمہ نے دی تھی۔

جیسا کہ نورسی نے خود کہا ہے:

ان اول استاذ الانسان و اکثر من یؤثر فیہ تعلیما، انما هو والدته ۱۱؎

''انسان کا سب سے پہلا اُستاذ جو اُس کو تعلیم دیتا ہے، وہ انسان کی والدہ ہے''

نورسی کا کہنا ہے میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میری والدہ نے مجھے جو ابتدائی عمر میں جو تلقینات کیں تھیں سب کچھ اُس کی بدولت مجھے حاصل ہوا ہے کیونکہ وہ میرے جسم میں ایک بیج کی مانند ہے جس کی وجہ سے میری شاخیں مضبوط و تناور ہوئیں، اور میں نے اسی ہزار لوگوں سے علم حاصل کیا لیکن مجھے اس بات کا یقین ہے کہ وہ سب دروس اُسی ایک بیج پر ہی مبنی ہیں۔ ۱۲؎

حصول علم

آپ نے حصول علم کی ابتداء قرآن کریم کی تعلیم سے ۱۸۸۵ء/ ۱۳۰۳ھ میں نورس سے شروع کی، پھر وہ نورس کے ساتھ والی بستی ''تاغ'' (Tagh) میں ملا محمد امین آفندی کے

مدرسہ میں گئے لیکن وہاں زیادہ عرصہ نہیں ٹھہرے پھر وہ واپس ''نورس'' آ گئے کیونکہ نورس میں کوئی خاص مدرسہ نہیں تھا اس لئے نورسی نے اپنے بڑے بھائی ملا عبداللہ کے دروس پر ہی اکتفا کیا پھر کچھ عرصہ کے بعد ''برمس'' (Barmas) چلے گئے پھر ''مرائی الشیخان'' پھر ''نورشین'' اس کے بعد ''خیزان'' پھر حصول علم کے لئے سب کچھ چھوڑ کر اپنے بھائی ملا عبداللہ کے ساتھ ''نورشین'' دوبارہ چلے گئے۔ ۱۳

کتاب یاد کرنے کا طریقہ

نورسی نے بایزید سے تین مہینے تک علم حاصل کیا پھر وہ شیخ محمد جلالی کے پاس گئے اور اُن سے بہت سی کُتب کی تعلیم حاصل کی اور ''ملا جامی'' کا ابتدائی حصہ بھی انہیں سے پڑھا کیونکہ نورسی کی یہ عادت تھی کہ ہر کتاب کو ایک یا دو درس یا زیادہ سے زیادہ چودہ دروس میں پڑھتے تھے پھر اُس کو پورا کیے بغیر دوسری کتاب شروع نہ کرتے تھے اور جس وقت آپ سے آپ کے استاذ شیخ محمد جلالی نے استفسار کیا کہ یہ عمل تو عُرف کے مخالف ہے اس کی کیا وجہ کیا؟

تو نورسی نے جواب دیا کہ میری گردن میں یہ طوق نہیں ہے کہ میں نے تمام کتابوں کو پڑھنا اور سمجھنا ہے کیونکہ یہ کُتب تو جواہرات کے صندوق کے مشابہ ہیں اور ان کی کُنجیاں آپ کے پاس ہیں اور میں ان میں سے وہی چُنتا ہوں جو میری طبیعت کے موافق ہو۔ ۱۴

نورسی ابتداء میں کتاب کا صرف مفہوم یاد کرتے تھے اُس کو من وعن یاد نہیں کرتے تھے بلکہ اُس کا صرف وہی حصہ یاد کرتے تھے جو اہم وضروری ہوتا تھا۔

حافظہ وذکاوت

نورسی کا حافظہ اتنا غضب کا تھا کہ آپ کسی بھی کتاب کو بہت جلد یاد کر لیا کرتے تھے جیسا کہ اس کا ثبوت درج ذیل تین واقعات سے ہوتا ہے جن میں نورسی کا امتحان لیا گیا۔

پہلا امتحان

نورسی جب اپنے بھائی ملا عبداللہ سے ملنے ''شیروان'' (Shirvan) شہر میں گئے

تو ملا عبداللہ نے آپ سے کہا: کہ میں نے ''شرح الشمسیہ'' کتاب کو پورا کرلیا ہے کیا تم نے اُس کو پڑھا ہے؟

بدیع الزمان نے کہا: کہ میں نے انہی کتابوں کو پڑھا ہے

ملا عبداللہ نے کہا: کہ میں تمہارا امتحان لیتا ہوں

بدیع الزمان نے کہا: کہ میں تیار ہوں تم جو چاہو سوال کرو

پھر ملا عبداللہ نے آپ سے جتنے بھی سوالات کیے آپ نے سب کے تسلی بخش جوابات دیے یہاں تک ملا عبداللہ نے نورسی کو اپنا استاذ بنالیا حالانکہ آٹھ مہینے قبل نورسی اُن کے شاگرد تھے۔ ۱۵؎

دوسرا امتحان

۱۸۹۲ء/۱۳۰۹ھ میں نورسی اپنے بھائی کے پاس دو مہینے رہنے کے بعد ملا فتح اللہ آفندی کے مدرسہ ''سعر د'' (Srd) گئے تو شیخ نے نورسی سے پوچھا: سیوطی کو تو تم نے گذشتہ سال پڑھا تھا کیا تم اس سال ''ملا جامی'' کو پڑھو گے؟

نورسی نے کہا: کہ میں نے جامی کو مکمل پڑھ لیا ہے

شیخ نے نورسی سے جس کتاب کے بارے میں بھی سوال کیا نورسی نے اُس کا شافی ووافی جواب دیا

پھر شیخ نے نورسی سے کہا کہ تمہارا حافظہ خلافِ عادت ہے لیکن ہم تمہارے حافظہ کی قوت دیکھنا چاہتے ہیں تو کیا تم ''مقامات حریری'' کو دو مرتبہ پڑھنے کے بعد اُس کی چند سطریں یاد کر سکتے ہو؟

نورسی نے کتاب کو لیا اور اُس کو ایک مرتبہ پڑھا اور اُستاذ کو مکمل حفظ وہ سُنا دی تو اُستاذ تعجب اور دہشت کی وجہ سے کوئی بات نہ کہہ سکے۔ ۱۶؎

تیسرا امتحان

ملا فتح اللہ نورسی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ علماء کی مجالس میں نورسی کے حافظہ کی تعریف کرتے رہتے تھے اور کہتے کہ اس نوجوان سے میں نے جو بھی سوال کیا اس نے فوراً اس کا جواب دیا تو یہ بات ''سعر د'' کے علماء میں پھیل گئی تو اُنہوں نے ایک بہت بڑا اجتماع منعقد کروایا جس

میں ملا فتح اللہ کو بھی مدعو کیا گیا، تو نورسی سے جو بھی سوال کیا گیا وہ اپنے اُستاذ کی طرف دیکھتے اور اُس کا جواب دیتے رہے گویا کہ وہ کتاب کی طرف دیکھ کر پڑھ رہے ہوں، آخر میں تمام علماء نے بالاتفاق یہ فیصلہ دیا یہ نوجوان خلافِ عادت ہے اور آپ کے علم و مرتبت اور ذکاوت کی تعریف کی گئی۔ حالانکہ اس وقت آپ کی عمر صرف پندرہ برس تھی۔ ۱۷؎

ان تینوں واقعات سے نورسی کے حافظہ کا احاطہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ کس قدر ذہین و فطین تھے کہ اُن کو ایک مرتبہ پڑھنے سے ہی مشکل سے مشکل کتاب نا صرف یاد ہو جاتی تھی بلکہ اگر اُس کے بارے میں اگر کوئی سوال بھی پوچھتا تو اُس کا بھی وہ شافی جواب دیا کرتے تھے۔

قوی حافظہ کی وجہ

نورسی اتنے قوی حافظہ کے مالک تھے جس کی وجہ اُن کا تقوی تھا جیسا کہ مذکورہ واقعہ سے اس کا علم ہوتا ہے:۔

نورسی کہتے ہیں کہ میں نے ''بتلیس'' (Bitlis) میں والی عمر پاشا کے گھر دو سال قیام کیا اور اُس کی چھ بیٹیاں تھیں جن میں سے تین چھوٹی تھیں اور تین بڑی تھیں لیکن دو سال طویل مدت اُن کے گھر قیام کے باوجود میں ان تین بڑی بیٹیوں میں کبھی بھی امتیاز نہیں کر سکا اور ایک دن ایک عالم نے وہاں قیام کیا اور اُس نے دو دن میں اُن کو اچھی طرح پہچان لیا اور اُن میں امتیاز کر لیا تو مجھے بہت ہی حیرت ہوئی پھر اُس نے مجھ سے پوچھا کہ تم ان کی طرف دیکھتے کیوں نہیں ہو؟ تو میں نے جواب دیا کہ عزتِ علم کی حفاظت نے مجھے ان کی طرف دیکھنے کو روکا ہے۔ ۱۸؎

اس واقعہ سے جہاں نورسی کے تقوی کا علم ہوتا ہے وہیں اس بات کی بھی تصدیق ہے کہ گناہوں سے دوری انسان کے حافظہ کو قوی رکھتی ہے اور انسان کو علم سے نوازتی ہے اور ساتھ ساتھ سب کے لئے اس میں اس بات کی تعلیم بھی ہے کہ گناہوں سے حفاظت جتنی ممکن ہو کرنی چاہئے۔

نوے کتابوں کا حافظ

نورسی نے نوے کتابوں کے متون صرف تین مہینوں کی قلیل مدت میں حفظ کیے

تھے۔۱۹؎

کسی ایک کتاب کو بالمفہوم یاد کرنا کس قدر مشکل کام ہے بجائے اس کے کہ اُس کا متن بھی یاد کیا جائے لیکن نورسی کو نہ صرف متن یاد تھا بلکہ اُس کو تو کتابوں کے متون بھی یاد تھے جس سے نورسی کے حافظہ پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ صرف اور صرف خداداد صلاحیت تھی جو اللہ تعالیٰ نے نورسی کو صرف اس لئے دی ہوگی تا کہ وہ اشاعت دین کو اپنا مشغلہ بناتے ہوئے اس کی ترویج کریں۔

تمام علوم میں مہارت

نورسی کو تقریباً تمام علوم میں مہارت اور دسترس حاصل تھی اور نورسی نے جن علوم میں لکھی جانے والی کُتب کے متون یاد کیے تھے وہ درج ذیل ہیں:۔

۱۔ علم تفسیر

۲۔ علم حدیث

۳۔ علم کلام

۴۔ علم فقہ

۵۔ علم نحو

۶۔ علم صرف

۷۔ علم منطق ۲۰؎

۸۔ مکتوبات امام ربانی ۲۱؎

تہمت

نورسی جب تمام مناظرات میں سرخرو ہوتے گئے تو اُن پر مجنون کی تہمت بھی اُن کے حاسدین کی طرف سے لگائی گئی تھی جیسے تمام اہل علم کے حاسدین پیدا ہوتے ہیں اسی طرح نورسی کے بھی حاسدین پیدا ہوئے اور اُنہوں نے درج ذیل طریقہ اختیار کیا:۔

حاسدین نے محل میں کہا کہ یہ آدمی مجنون ہے کیونکہ اس کو ہر شے کا علم ہے لہٰذا اس کو پاگل خانے

بھیج دیا جائے تو محل سے ایک طبیب بھیجا گیا جو سعید نورسی کی عقلی قویٰ کو پرکھ سکے لیکن سعید نورسی نے کہا کہ صرف میں ہی کسی مرض میں مبتلا نہیں ہوں بلکہ تمام لوگ اور شہر والے مرض میں مبتلا ہیں اور میں ان کے امراض کا علاج کرنے آیا ہوں لیکن جس وقت میں اس کی کوشش کرنے لگا تو مجھ پر جنون کی تہمت لگا دی گئی حالانکہ میں استنبول میں بالکل ٹھیک آیا اور اب مجنون ہو گیا؟ ۲۲ ؎

توحید قبلہ وسعید جدید

نورسی لکھتے ہیں (۱۹۲۱ء/۱۳۳۹ھ) کہ میں شدید اضطراب میں مبتلا تھا اور میں درست راستہ تلاش کرنا چاہتا تھا جس کے لئے میں مختلف صوفیہ کی کتب سے استفادہ کرتا تھا تاکہ مجھے صحیح راستہ کی راہنمائی مل جائے تو میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کتاب ''فتوح الغیب'' کا مطالعہ کر رہا تھا تو جب میں اس عبارت پر پہنچا:

انت فی دار الحکمة فاطلب طبیبا یداوی قلبک

''تم دارالحکمت میں ہو لہٰذا اپنے قلبی امراض کے علاج کے لئے کوئی طبیب تلاش کرو''

یہ عبارت پڑھ کر میں حیران رہ گیا کیونکہ میں اُس وقت دارالحکمت میں ہی تھا اور اپنے قلبی سکون کے لئے طبیب کی تلاش میں تھا۔ تو یہ عبارت پڑھ کر مجھے ایسے محسوس ہوا کہ گویا شیخ مجھے کہہ رہے ہیں کہ تو مریض ہے اور اپنے علاج کے لئے طبیب تلاش کرو۔ اور میں یہ کہہ رہا ہوں کہ حضرت آپ ہی میرے طبیب ہیں۔

پھر میں نے مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کو کھولا اور اُس کو پڑھنا شروع کیا تو میں نے اس میں ایک عجیب چیز دیکھی کہ اُس میں دو ایسے رسالے موجود ہیں جن میں ''میرزا بدیع الزمان'' کے الفاظ ہیں تو مجھے محسوس ہوا کہ گویا شیخ مجھے مخاطب کر رہے ہیں کیونکہ میرزا میرے والد کا نام تھا اور بدیع الزمان کے لقب سے میں ہی مشہور ہوں اور امام ربانی اُس شخص کی جو حالت بیان کر رہے وہ بھی بالکل میرے جیسی ہی ہے۔ تو میں نے اس میں اس بات کو دیکھا کہ امام اُن دو رسالوں میں تاکید کے ساتھ توحید قبلہ کی تاکید کر رہے ہیں یعنی یہ کہ تم صرف ایک امام اور مرشد کی

پیروی کرو، اس کے علاوہ کسی اور چیز میں مشغول نہ ہو جاؤ۔

یہاں بھی مجھے ایسے محسوس ہوا کہ امام ربانیؒ نے مجھے ''توحید قبلہ'' کی نصیحت فرمائی ہے اور کسی ایک امام کو مرشد بنانے کی تلقین کی ہے لیکن مجھے مشکل یہ تھی کہ میں ان میں سے کس کو اپنا امام و مرشد بناؤں؟

کافی غور و فکر کے بعد مجھ پر یہ بات آشکار ہوئی کہ تمام ستاروں کا آفتاب قرآن ہے تو یقیناً یہی توحید قبلہ ہوگا اور یہی میرا مرشد حقیقی ہوگا۔ اور میں سمجھ گیا کہ جس توحید قبلہ کا مجھے کہا گیا تھا وہ کوئی شخصیت نہیں بلکہ وہ تو قرآن کریم ہے۔

بس پھر میں نے اس دن سے قرآن کو ہی اپنا مرشد حقیقی اور توحید قبلہ بنا لیا اور اللہ کے فضل سے ہی یہ ممکن ہوا کہ اللہ نے مجھ سے ''رسائل النور'' مرتب کرنے کی خدمت لے لی۔ جس میں صرف علمی و عقلی مسائل نہیں ہیں بلکہ اس میں قلبی کیفیات، روحانی معاملات اور ایمانی حلاوتوں کا سامان بھی ہے۔ اُس دن سے نورسی نے خود اپنے آپ کو سعید قدیم سے سعید جدید کہنا شروع کر دیا۔ ۲۳ ے

سعید جدید و قدیم میں فرق

سعید قدیم ایک مناظر اور متحرک سیاسی راہنماء کے طور پر مشہور تھا اور سعید جدید ایک روحانی وانقلابی عالم اور قرآن کو مرشد حقیقی اور توحید قبلہ کے طور پر اپنانے کے بعد سراپا قرآنی نور میں ڈھل گیا تھا۔

دعوت و تبلیغ

ایک رات نورسی نے خواب میں شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو دیکھا کہ وہ ان کو ہدایت کر رہے ہیں کہ ملا سعید: عشیرۃ میران کے سرادر ''مصطفی پاشا'' کے پاس جاؤ اور اُس کو رُشد و ہدایت، ظلم کا خاتمہ، اقامت صلوۃ اور امر بالمعروف کی دعوت دو اور اگر وہ قبول نہ کرے تو اُس کو قتل کر دو۔

سعید نورسی ''مصطفی پاشا'' کے خیمہ میں گئے لیکن وہ وہاں نہیں تھا تو جب وہ آیا تو سب اُس کے احترام میں کھڑے ہو گئے لیکن نورسی کھڑے نہیں ہوئے تو مصطفی پاشا نے سعید نورسی سے پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟

نورسی نے کہا: کہ میں یہاں تمہیں راہنمائی اور امر بالمعروف کی تلقین کرنے آیا ہوں ورنہ میں تمہیں قتل کردوں گا۔

مصطفی پاشا نے پھر سوال دہرایا تو نورسی نے کہا کہ میں نے بتادیا ہے کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں؟ پھر پاشا نے خیمہ کے ستون کے ساتھ لٹکی ہوئی تلوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ازراہِ مذاق کہا کہ کیا تم مجھے اس تلوار کے ساتھ قتل کرو گے؟

نورسی نے جواب دیا کہ ہاتھ کاٹنے والا ہوتا ہے نہ کہ تلوار

تو پاشا نے کہا: کہ میرے پاس جزیرہ ابن عمر میں علماء کی ایک بہت بڑی جماعت ہے تو تم اُن کے ساتھ مناظرہ کرو اگر تم جیت گئے تو میں وہی کروں گا جو تم چاہتے ہو ورنہ میں تمہیں نہر میں پھینک دوں گا۔

نورسی نے کہا: کہ تجھ میں اتنی طاقت ہی نہیں ہے کہ تو مجھے نہر میں پھینک سکے لیکن اگر میں اُن پر سبقت لے گیا اور پھر تو نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا تو میں تجھ سے تیری بندوق ''ماوزر'' لے کر اُسی کے ساتھ تجھے قتل کروں گا۔

پھر جب مناظرہ منعقد ہوا تو سلام کے تبادلہ کے بعد حاضرین کو چائے پیش کی گئی لیکن علماء نے چائے کی طرف توجہ نہیں کی کیونکہ وہ کُتب کے صفحات کو اُلٹنے پلٹنے میں مگن تھے جبکہ نورسی نے مزے سے چائے پی۔ مصطفی پاشا اس بات پر علماء سے غصہ ہوا اور کہا کہ مجھے تو تم لوگ نورسی کے سامنے عاجز نظر آرہے ہو کہ تمہارے کندھے کتابوں کی طرف جُھکے ہوئے ہیں اور تم لوگوں نے چائے بھی نہیں پی جبکہ نورسی نے ایسا نہیں کیا۔ اس کے بعد علماء نے نورسی سے چالیس کے قریب سوالات کیے اور نورسی نے سب کے درست جوابات دیے سوائے ایک کا درست جواب نہیں دیا لیکن علماء کو اس کا پتہ نہیں چلا تو جس وقت نورسی کی فتح کی تصدیق ہو گئی اور علماء نے اس کا اعتراف

کرلیا تو نورسی نے کہا کہ میں معذرت کرتا ہوں کہ فلاں سوال کا جواب میں نے غلط دیا تھا جبکہ اس کا درست جواب ایسے تھا تو علماء نے کہا کہ ہم پر حجت تام ہوگئی اور ہم اس بات کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔ پھر مصطفی پاشا نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنی بندوق ''ماوزر'' نورسی کو ہدیہ کی اور نماز پڑھنا شروع کر دی۔ ۲۴؎

قید و صعوبتیں

نورسی نے قید و صعوبتوں کی مشقت بھی برداشت کیں اور اُن کو اور اُن کے طلبہ کو مختلف جیلوں میں قید کیا جاتا رہا جیسا کہ درج ذیل ہے:۔

آپ کے مخالفین و حاسدین نے آپ کے خلاف مہم چلائی اور آپ کو ۱۹۴۳ء میں مدرسہ یوسفیہ میں ہی اپنے چند طلبہ کے ساتھ قید کروایا پھر ''دنیزلی'' (Denizli) میں آپ کو قید کیا گیا۔ ۲۵؎

۱۹۴۸ء میں آپ پر یہ تہمت لگائی گئی کہ نورسی نے حکومت کے خلاف ایک جماعت تیار کر رکھی ہے اور مصطفی کمال کو اُس نے مسلمانوں کا دجال کہا ہے پھر آپ کو اپنے اڑتالیس طلبہ کے ساتھ ''آفیون'' (Aafyoon) کی جیل میں قید کیا گیا۔ ۲۶؎

آٹھ سال آفیون کی جیل میں قید و مشقت کے بعد ۱۹۵۶ء میں آپ کے خلاف جھوٹے دعوے جب ثابت نہیں ہوئے تو آپ کو رہا کر دیا گیا۔ ۲۷؎

وفات

۲۳ مارچ ۱۹۶۰ء/ ۲۵ رمضان ۱۳۷۹ھ بروز بدھ کو ''اورفہ'' (Avrfh) شہر میں آپ اس دار فانی سے دار البقاء کی طرف رحلت فرما گئے۔ آپ کی وفات کی خبر شہر بھر میں پھیل گئی اور ہزاروں لوگ آپ کے ہوٹل کے اردگرد جمع ہو گئے اور ترکی کے مختلف شہروں سے لوگ آنا شروع ہو گئے اور اس دوران آسمان سے بارش بھی برسنے لگی۔ ۲۸؎

اور بیسویں صدی عیسوی کا یہ عظیم درخشندہ ستارہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دارالامتحان سے کوچ کر گیا اور ہزاروں دلوں کو سوگوار اور آنکھوں کو اشکبار کر گیا۔

حوالہ جات

۱۔ نورسی، بدیع الزمان سعید، سیرۃ ذاتیۃ، احسان قام الصالحی (مترجم) قاہرہ: شرکہ سوزلرللنشر، س:ن، ص:۵

۲۔ ایضا، ص:۶۵

۳۔ ایضا، ص:۳۵

۴۔ ایضا

۵۔ ایضا، ص:۴۵

۶۔ ایضا، ص:۳۶

۷۔ ایضا، ص:۳۹

۸۔ ایضا، ص:۳۷

۹۔ ایضا، ص:۴۱ / الصالحی، احسان قاسم، سیرۃ ذاتیۃ مختصرۃ لبدیع الزمان سعید نورسی، قاہرہ: شرکہ سوزلرللنشر، س:ن، ص:۱۱۔۱۰

۱۰۔ نورسی، سیرۃ ذاتیۃ، ص:۴۴

۱۱۔ نورسی، بدیع الزمان سعید، اللمعات، احسان قاسم الصالحی (مترجم) قاہرہ: شرکہ سوزلرللنشر، ۱۹۹۳ء، ص:۳۰۸

۱۲۔ ایضا، ص:۳۰۹

۱۳۔ الصالحی، سیرۃ ذاتیۃ مختصرۃ لبدیع الزمان سعید نورسی، ص:۱۲۔۱۱

۱۴۔ ایضا، ص:۱۴

۱۵۔ ایضا، ص:۱۵

۱۶۔ ایضا، ص:۱۷۔۱۵

۱۷۔ ایضا،ص:۱۸۔۱۷

۱۸۔ نورسی، بدیع الزمان سعید،الملاحق فی فقه دعوة النور،احسان قاسم الصالحی (مترجم) قاہرہ: شرکہ سوزلر للنشر،۱۹۹۹ء،ص:۴۱۲

۱۹۔ ایضا،ص:۴۱۲

۲۰۔ الصالحی، سیرة ذاتیة مختصرة لبدیع الزمان سعید نورسی،ص:۱۹

۲۱۔ نورسی، سیرة ذاتیة،ص:۶۱

۲۲۔ ایضا،ص:۶۹

۲۳۔ ایضا،ص:۱۶۳۔۱۶۱

۲۴۔ نورسی، سیرة ذاتیة،ص:۵۶۔۵۵

۲۵۔ الصالحی، سیرة ذاتیة مختصرة لبدیع الزمان سعید نورسی،ص:۶۸

۲۶۔ ایضا،ص:۷۸

۲۷۔ نورسی، سیرة ذاتیة،ص:۴۶۶

۲۸۔ الصالحی، سیرة ذاتیة مختصرة لبدیع الزمان سعید نورسی،ص:۱۰۳

عہدِ نورسی کے علمی، معاشرتی اور سیاسی حالات

بدیع الزمان سعید نورسی کے عہد کے حالات کا معلوم ہونا انتہائی ضروری ہے تاکہ اس بات کا ادراک کیا جا سکے کہ نورسی نے جس عہد میں پرورش پائی اُس میں اس کی فکری صلاحیتوں کی کیا حیثیت تھی اور بالخصوص عہدِ نورسی کو جاننا اس لئے بھی ضروری ہے کیونکہ نورسی نے اپنی ساری زندگی اسلامی تاریخ کے ہنگامہ خیز دور میں گزاری ہے جس میں اُنہوں نے پہلی اور دوسری دونوں عالمی جنگوں کا مشاہدہ کیا اور سلطنت عثمانیہ کے دورِ حکومت کے عروج اور اُن کے زوال کو دیکھا ہے اور اُس دور میں پیش آنے والے واقعات میں نورسی نے اشاعتِ دین کے لئے جو کاوشیں کیں اُس کی حیثیت ومقام کا اندازہ لگایا جا سکے اور نورسی کی شجاعت مندی ودلیری کو داد دی جا سکے۔

سلطنتِ عثمانیہ کی ابتداء

تیرہویں صدی عیسوی میں جزیرہ اناضول کے اطراف میں سلطنت عثمانیہ کے ایک قبیلے نے (جو قابیٰ خان کی نسل سے تھا) اپنی سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی تسلط کو قائم کیا۔ اس سے پہلے یہ قبیلہ گیارہویں صدی عیسوی میں سلجوقی سلطنت کے زوال کے وقت ایران اور آذربائیجان کی طرف رُخ کر چکا تھا پھر وہاں سے آسیاوسطی کی طرف ہجرت کی۔ پھر تقریبا دو (۲) قرون کے بعد اس قبیلے نے اپنی سلطنت قائم کر لی۔[۱]

نورسی کی ولادت عبدالحمید الثانی کے عہد میں ہوئی تھی، اور نورسی نے سلاطین عثمانیہ میں سے تین سلاطین کے دور حکومت کا مشاہدہ کیا ہے:

۱۔ سلطان عبدالحمید الثانی (۱۸۷۶ء۔۱۹۰۹ء)

۲۔ محمد الخامس (۱۹۰۹ء۔۱۹۱۸ء)

۳۔ محمد السادس (۱۹۱۸ء۔۱۹۲۲ء)

ان میں سب سے زیادہ دور حکومت کا عرصہ سلطان عبدالحمید الثانی کا رہا اور اس کے عہد کے بعد سلطنت عثمانیہ تیزی سے زوال پذیر ہوگئی۔

سلطان عبدالحمید الثانی (۱۸۷۶ء۔۔۔۱۹۰۹ء)

عبدالحمید الثانی ۲۱ ستمبر ۱۸۴۲ء کو پیدا ہوئے یہ سلطان عبدالمجید کی دوسری زوجہ کی اولاد میں سے تھے اور اپنے بھائی مراد الخامس کے جانشین ہونے کی وجہ سے اُن کے بعد ۳۱ اگست ۱۸۷۶ء کو صرف چونتیس برس کی عمر میں سلطان بن گئے۔ ۲ ۔

عبدالحمید الثانی کو عبدالعزیز الثانی کی مراد الخامس کے حق میں دستبرداری اور مراد الخامس کی ذہنی معذوری کی وجہ سے ۱۸۷۶ء میں اقتدار سنبھالنے کی دعوت اس شرط پر دی گئی کہ وہ آئینی بادشاہت کو تسلیم کریں گیں۔ اس پر اُنہوں نے ۲۳ نومبر ۱۸۷۶ء کو عمل بھی کیا لیکن پارلیمان صرف دو سال قائم رہی اور پھر سلطان نے اس کو معطل کر دیا۔ ۳ ۔

اس عرصہ میں عبدالحمید الثانی کو بیرونی جارحیت، اندرونی معاملات میں خرابی اور قبضہ گیروں کے خلاف اپنے دفاع کے حوالے سے شدید خطرات کا سامنا رہا جن کی وجہ سے عثمانیہ سلطنت کے شہروں کی فضا خوشگوار نہ رہ سکی اور چند جدید سیاسی تحریکوں نے جنم لیا اور اُنہوں نے سلطنت عثمانیہ کے خلاف آواز بلند کرنا شروع کر دی۔ ۴ ۔

عثمانیوں اور روس کی جنگ

عبدالحمید الثانی کے ابتدائی دور میں ہی عثمانیوں اور روس کی جنگ ہوئی تھی جس میں ترک کو شکست کی وجہ سے عبدالحمید الثانی کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

کیونکہ روس بلغاریہ کو خود مختاری دینا چاہتا تھا لیکن وہ ڈرتا تھا کہ کہیں یورپی ممالک اس میں مزاحمت نہ کریں اس لئے اُس نے سربیا اور رومانیہ کو خود مختاری دینے کا مطالبہ بھی ساتھ پیش کر دیا جس کے نتیجے میں ۱۸۷۷ء میں روس کی عثمانیوں کے ساتھ جنگ ہوئی جس میں عثمانیوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور بلغاریہ کو ایک خود مختار اور آزاد ریاست نصیب ہوئی۔ ۵ ۔

اس جنگ کے بعد عثمانی بہت زیادہ مشکلات میں مبتلا ہو گئے اور معاشی طور پر ریاست کو شدید مصائب کا سامنا کرنا پڑا، جس کے نتیجے میں ملک معاشی بحرانوں میں مبتلا ہو گیا جس کی اصل وجہ صرف یہ نہیں تھی کہ وہ معاشی طور پر کمزور ہو گئے تھے بلکہ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ بیرونی طاقتیں ملک کے اندرونی معاملات میں اس قدر حاوی ہو چکی تھیں کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اندرونی صورت حال کو مختلف مسائل میں مبتلا کر رہی تھی جن میں اقتصادی مسائل سرفہرست تھے جس کی وجہ سے اندرونی طور پر بھی بغاوت اور سول نافرمانی جیسے مسائل پیدا ہونا شروع ہو گئے تھے۔

یہودی تحریکیں اور مدحت پاشا

سلطنت عثمانیہ کی سلطنت کو کمزور کرنے میں سب سے بڑا ہاتھ یہودیوں کا تھا اور وہ اپنی تحریکوں کے ذریعے آہستہ آہستہ عوام الناس کو سلطنت کے خلاف کر رہے تھے اور سلطنت کو تباہ کرنے کے درپے تھے اگرچہ عبدالحمید الثانی اُن کی مکاری و چالاکی کو بھانپ گیا تھا اور اُس نے ان کے پیش رو "مدحت پاشا" کو جلاوطن بھی کر دیا تھا لیکن وہ یہودیوں کو کلی طور پر ختم نہیں کر سکا جس کی وجہ سے بالآخر یہودی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تھے جیسا کہ سلطنت عثمانیہ کے بارے میں تاریخ کے اوراق میں لکھا ہوا ہے:

سلطان عبدالحمید الثانی نے جس وقت اس بات کو محسوس کیا کہ مدحت پاشا اور اُس کے یہودی رفقاء خلافت اور سلطنت عثمانیہ کو یورپی ریاستوں کی طرف جھکانا چاہتے ہیں تو یہ اُس سے برداشت نہیں ہوا کیونکہ عبدالحمید الثانی تو مادر پدر آزاد تھا تو اُس نے مدحت پاشا کو مغربی ممالک کے ساتھ ملاپ کو منع کیا اور اسلامی ممالک کے ساتھ تعلقات پر زور دیا۔ لیکن جب عبدالحمید الثانی نے دیکھا کہ مدحت پاشا اپنی خیانت اور ہٹ دھرمی سے باز نہیں آیا اور اُس نے اپنی مکاری سے "مجلس مبعوثان" کے ایک سو ستتر (۱۷۷) میں سے اڑتالیس (۴۸) نائب عیسائی بنائے ہوئے ہیں اور سلطان عبدالعزیز کو معزول کروانے میں اور اُن کو قتل کروانے میں بھی اس کا ہاتھ تھا تو

عبدالحمید الثانی نے اپنی ذکاوت سے اس بات کو پہچان لیا کہ وہ استبداد (سرکشی) کی طرف مائل ہے اور وہ اپنے لئے اور اپنی قوم میں سے یہودیوں اور اُن کے نصرانی غلاموں کے لئے آزادی چاہتا ہے تو اسی وجہ سے عبدالحمید الثانی نے فروری ۱۸۷۷ء میں اُس کو معزول کیا اور اُس کو یورپ جلاوطن کر دیا پھر اُس کو دوبارہ واپس بلایا اور سوریہ کا والی بنا کر اُس پر سلطان عبدالعزیز کے قتل کا مقدمہ چلایا اور اُس کو قید خانے میں بند کر دیا جہاں اُس کی موت واقع ہوگئی۔ لیکن اس کے باوجود یہودی تحریکوں میں کوئی ضُعف پیدا نہیں ہوا بلکہ وہ متواتر اپنی تحریکیں چلاتے رہے اور یہود کے سردار ''تیودر ہرتسل'' (Theodor Herzl) نے سلطان عبدالحمید الثانی سے فلسطین میں اپنے غلبے کا مطالبہ کیا تو سلطان عبدالحمید الثانی نے تاریخی جملے دہرائے:

''ہمارے وطن کی زمین دراہم کے بدلے فروخت نہیں کی جائے گی، یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ہمارے شہر جن میں سے ہر ہر بالشت کو ہمارے اجداد نے اپنے خون سے اس کو حاصل کیا ہے اُس سے ایک بالشت بھی کمی کریں۔''

جب یہودیوں نے سلطان عبدالحمید الثانی کی ثابت قدمی کو دیکھا تو اُنہوں اس کے احکامات کو پامال کرنے کی تحریک اور تیز کر دی اور شریر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کر دیے، اور اپنے ساتھ کچھ جماعتیں ملا کر ترکی قومیت کی تحریک چلانا شروع کر دی، اور ایک خفیہ تنظیم ''جمعیت اتحاد و ترقی'' بنائی، جس میں ترک نوجوانوں کو ساتھ ملا کر یہودیوں نے اس فتنے کی آگ کو سلطان عبدالحمید الثانی کے خلاف اور بڑھکا دیا۔۶

دوسرا دستور عثمانی

سلطان عبدالحمید الثانی نے حالات وواقعات کے پیش نظر ۱۹۰۸ء میں دوسرا دستور عثمانی متعارف کروایا جس کو ابتدائی ہی اہل عرب نے خوش دلی سے قبول کر لیا کیونکہ اس پر عمل پیرا ہونے سے تخریب کاروں اور فسادیوں سے نجات حاصل ہوسکتی تھی۔۷

مصطفیٰ کمال اتاترک (۱۸۸۱ء۔۔۔۱۹۳۸ء)

یہودیوں کی تحریک کو کامیاب بنانے میں سب سے اہم کردار مصطفی کمال نے ادا کیا تھا۔

مصطفی کمال دمشق سے سلانیک آیا اور یہ نوجوانوں کی خفیہ تنظیم ''جمعیت اتحاد وترقی'' کے ساتھ بھی برقرار رہا اور ان کے ساتھ مل کر سلطان عبدالحمید الثانی کے خلاف قسطنطنیہ میں تحریک چلائی جس کے نتیجے میں سلطان عبدالحمید الثانی مارچ ۱۹۰۹ء میں اپنے عہدے سے معزول ہوگیا۔۸ ؎

خلیفہ وحیدالدین محمد السادس کو مصطفی کمال (۱) کے عزائم کا علم نہیں تھا اُنہوں نے اس کو نویں فوج کا انسپکٹر جنرل منتخب کیا جس کا کام باقی ماندہ فوج سے ہتھیار واپس لینا تھا لیکن اُس نے اس کے برعکس تحریک مقاومت کی تنظیم شروع کر دی اور اس تحریک کے دوسرے رہنماؤں سے رابطہ قائم کیا اور اسی دوران اُس کی قیادت میں ایک عارضی حکومت قائم ہوگئی۔ ۱۹۲۳ء میں ترکی میں خلافت ختم کرنے اور ملک کو جمہوریہ قرار دینے کا اعلان ہوا اور کمال اتاترک اس کے پہلے صدر منتخب ہوئے اور اقتدار سنبھالتے ہی غیر مذہبی اصلاحات نافذ کیں۔۹ ؎

اس کے نتیجے میں ترکی اپنے قدیم تہذیبی ورثہ سے محروم ہوتا چلا گیا، عالم اسلام کے مسلمانوں میں بھی غم وغصہ کی لہر چل پڑی اور ترکی عالم اسلام سے کٹ کر رہ گیا۔ خلافت عثمانیہ کے سقوط میں ابتدائی کردار یہودیوں کا تھا لیکن اختتامی اور سب سے اہم کردار مصطفی کمال اتاترک نے ادا کیا تھا جس کی وجہ سے ترک سے خلافت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی اور ایک اسلامی ملک جمہوری ملک میں تبدیل ہوگیا۔

سلطنت عثمانیہ کے سقوط کے اسباب

اٹھارہویں صدی عیسوی کی ابتداء سے ہی سلطنت عثمانیہ ڈگمگانے لگی تھی اور پھر اس کا سلطنت عثمانیہ کے سقوط کی سب سے بڑی وجہ طاقتور ممالک کی مخالفت تھی کیونکہ جنگ

۱۔ جنگ عظیم اول میں عثمانی دور کا سپہ سالار اور جمہوریہ ترکی کے بانی اور پہلے صدر تھے۔ ۱۹۱۵ء میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے خلاف آبنائے فاسفورس کی کامیاب مدافعت کی، اس پر انہیں جنرل کے عہدے پر ترقی دی گئی۔ ۱۹۱۶ء میں روسی فوج کو شکست دے کر ترکی کا مقبوضہ علاقہ آزاد کرا لیا۔ retrieved on 11/07.2014 مصطفی_کمال_اتاترک/http://ur.wikipedia.org/wiki

خاتمہ ۱۹۲۳ء/ ۱۳۴۲ھ کو اس کے مکمل انحطاط کے ساتھ ہی اس کا سقوط ہو گیا اور اس سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ سلطنت عثمانیہ کے سقوط کے درج ذیل اسباب تھے:

۱۔ مخالفت

عظیم اول میں روس اور فرانس نے برطانیہ کے ساتھ اتحاد کر لیا تھا اور برطانیہ سلطنت عثمانیہ کا سب سے بڑا مخالف تھا اور ان ممالک نے سقوط سلطنت عثمانیہ میں اہم کردار ادا کیا۔ ۱۰

۲۔ اداروں کی تباہی

جب حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر ناتجربہ کار اور نااہل لوگ فائز ہوئے تو حکومتی ادارے تباہ ہو گئے اور عدالتوں میں بھی رشوت کا تبادلہ ہونے لگا اور حکمرانوں کی شخصیت عوام الناس کی نگاہ میں دن بہ دن کمزور ہوتی چلی گئی کیونکہ ہر کسی کو یہی نظر آ رہا تھا کہ حکمران عوام کی فلاح میں ناکام ہو گئے ہیں۔

۳۔ تعلیمی نظام کی بدحالی

تعلیمی نظام مکمل طور پر تباہ و برباد ہو چکا تھا جس کی وجہ سے عوام میں شعور و آگہی کی کمی ہو گئی تھی اور تعلیم و تربیت کو ترک کر دیا گیا تھا۔

۴۔ اسلامی ثقافت کا ترک

اسلامی ثقافت اور اسلامی روایات کو ترک کر کے عوام مغربی ثقافت سے متاثر ہو گئے تھے جس کی وجہ سے اسلامی روایات سے روگردانی ہونے لگی۔

۵۔ عسکری محتاجگی

عسکری طور پر سلطنت اتنی طاقتور نہیں تھی کہ وہ خود تن تنہا دشمن کا مقابلہ کر سکے جس کی وجہ سے بہت سے مغربی ممالک کے ساتھ اتحاد کی ضرورت پڑی اور مغربی ممالک سے اتحاد کی وجہ سے وہ آہستہ آہستہ اندرونی معاملات میں دخل اندازی کرنے لگے۔

۶۔کمالی تحریک

کمالی تحریک نے سلطنت عثمانیہ کے سقوط میں سب سے کلیدی کردار ادا کیا اور ۲۷ رجب ۱۳۴۲ھ/ ۳مارچ ۱۹۲۴ءکو سلطنت عثمانیہ کا سقوط ہو گیا۔۱۱؎

نورسی کے دور میں سلطنت عثمانیہ کا زوال شروع ہو چکا تھا جس کی وجہ اُن کی علمی، سیاسی ومعاشی حالات کا بد سے بدتر ہونا تھا اور اسی وجہ سے سلطنت عثمانیہ کا سقوط ہوا کیونکہ سلطنت عثمانیہ کے دور میں دینی ودنیوی تعلیم دونوں سے ہی بے رغبتی برتی جانے لگی تھی جس کے نتیجے میں لوگ مغربی ثقافت کی طرف مرغوب ہو گئے اور اپنی اسلامی روایات کو بھولتے ہوئے اُن کا رہن سہن اپنانا شروع کر دیا۔

جب کوئی قوم تعلیم سے بے رغبتی اختیار کرتی ہے بالخصوص اسلامی تعلیمات سے تو اُس قوم میں رشوت کا لین دین عام ہو جاتا ہے اور لوگ اپنے معاملات کو سُلجھانے کے لئے رشوت کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔اور یہی اس سلطنت عثمانیہ کے آخری دور میں ہوا تھا کہ نااہل حکومتی عہدیداروں کی سرپرستی میں عدالتوں میں کوئی نظم ونسق نہ رہا تھا جس کی وجہ سے انصاف کا حصول نہیں ہوتا تھا بلکہ انصاف کی خرید وفروخت ہوتی تھی اور لوگ اپنے معاملات کا فیصلہ اپنے حق میں کروانے کے لئے رشوت کا لین دین کرنے لگے جس کے نتیجے میں ظلم وبربریت کا بازار گرم ہونے لگا اور عام آدمی کا اپنے حق کے لئے انصاف کا حصول ناممکن بننے لگا جس کے نتیجے میں معاشی حالت پر اُس کا گہرا اثر قائم ہونے لگا اور عوام کی معاشی حالت کمزور ہونا شروع ہو گئی۔

جب کسی قوم کی ایسی حالت ہو جائے کہ نہ تو علمی رجحانات کا ماحول ہو اور نہ ہی معاشی حالت بہتر ہو تو اُس کا دوسروں سے امداد لینا اور اُن کا محتاج ہونا ضروری ہو جاتا ہے اور پھر جب غیروں سے مدد لی جاتی ہے تو پھر وہ اپنے مطالبات منوانا اور اندرونی معاملات میں دخل اندازی شروع کر دیتے ہیں اور اس طرح اُس قوم کی سیاسی حالت بھی شدید متاثر ہوتی ہے۔
لہٰذا کسی بھی سلطنت یا حکومت کے سقوط میں جو اہم اسباب کار بند ہوتے ہیں وہ تین ہی ہیں:۔

۱۔ تعلیمی نظام میں کمزوری (علمی حالات کی خرابی)

۲۔ انصاف کی عدم فراہمی (معاشی حالات کی تباہی)

۳۔ غیروں کی محتاجگی (سیاسی حالات میں فساد)

سلطنت عثمانیہ کے سقوط میں بھی یہی اسباب کار بند تھے جن کی وجہ سے اس سلطنت کا سقوط ہوا کیونکہ ان اسباب کی وجہ سے علمی، سیاسی و معاشی حالات ایسے ہو جاتے ہیں جو عوام کی منشاء کے مطابق نہیں ہوتے اور عوام پر حکومت کا اعتماد اُٹھ جاتا ہے۔

نورسی نے ایسے عہد کو دیکھا ہے کہ جس میں دو عالمی جنگیں قائم ہوئیں اور تین سلاطین عثمانیہ کے عہد میں خلافت کے خلاف یہودیوں کی سازشیں اور اس کے بعد خلافت کا ختم ہو کر مصطفی کمال اتاترک کا ایک جدید حکومت کو قائم کرنا جس کے نتیجے میں ملک کی پوری فضاء کا تبدیل ہو جانا اور اسلامی احکامات اور روایات کا تقدس ختم ہو جانا واقع ہوتا ہے۔تو ایسے دور میں نورسی نے اسلام کی بقاء کے لئے جو کاوشیں کیں وہ لائق مستحسن بھی ہیں اور اس بات کا بھی ثبوت ہیں کہ نورسی نے اس دور میں کتنی مشکلات و مصائب کو برداشت کر کے اسلام کی ترویج کی، اور شعائرِ اسلام کے احیاء کے لئے شجاعت و دلیری سے قربانیاں دیتے ہوئے اور قید خانے میں جانے کے باوجود عوام الناس کے لئے تعلیمی و انقلابی رسائل لکھتے رہے اور لوگوں کی اصلاح کرتے رہے، تا کہ معاشرہ علمی، معاشرتی اور سیاسی اعتبار سے درست سمت کی طرف گامزن ہو سکے اور ترک عوام کو اپنا چھینا ہوا مقام دوبارہ واپس مل سکے۔

حوالہ جات

۱۔ اوغلی، اکمل الدین احسان، الدولۃ العثمانیۃ تاریخ وحضارۃ، استنبول: مرکز الابحاث للتاریخ والفنون والثقافۃ الاسلامیۃ، ۱۹۹۹ء، ج:۱، ص:۵

۲۔ یاغی، اسماعیل احمد، الدولۃ العثمانیۃ فی التاریخ الاسلامی الحدیث، ریاض: مکتبۃ العبیکان، ۱۹۹۵ء، ص: ۱۸۳

۳۔ عبداللہ التل، الافعی الیہودیۃ فی معاقل الاسلام، بیروت: مکتب الاسلامی، ۱۹۸۱ء، ص: ۸۳

۴۔ عمار جیدل، بدیع الزمان النورسی واثبات الحقائق الایمانیۃ، الجزائر: مکتبہ علمیہ، ۲۰۰۰ء،

ص:۱۹

۵۔ یاغی، الدولۃ العثمانیۃ فی التاریخ الاسلامی الحدیث، ص:۱۹۱۔۱۹۰

۶۔ عبداللہ التل، الافعی الیہودیۃ فی معاقل الاسلام، ص:۸۵۔۸۳

۷۔ علی المحافظۃ، الاتجاہات الفکریۃ عند العرب فی عصر النہضۃ، بیروت: الاہلیۃ للنشر والتوزیع، ۱۹۸۷ء، ص:۱۰۷

۸۔ عبداللہ التل، الافعی الیہودیۃ فی معاقل الاسلام، ص:۸۶۔۸۵

۹۔ یاغی، الدولۃ العثمانیۃ فی التاریخ الاسلامی الحدیث، ص:۲۳۲۔۲۳۱

۱۰۔ ایضا، ص:۲۲۰۔۲۱۹

۱۱۔ مراد قمومیہ، منہج بدیع الزمان النورسی فی بیان اعجاز القرآن، الجزائر: مکتبہ علمیہ، ۲۰۰۵ء،

ص:۱۲۔۱۰

سعید نورسی کی علمی و تصنیفی خدمات

بدیع الزمان سعید نورسی ایک عظیم الشان عالم تھے جنہوں نے اپنی قرآنی فکر و کاوشوں سے ترکی کو فتنوں سے دور کرنے کے لئے بھرپور مزاحمت کی، آپ فکری و عملی لحاظ سے ایک مضبوط شخصیت کے مالک تھے جو اپنے معاصرین میں بھی بے حد ممتاز تھے۔ آپ نے جس عرصہ میں جنم لیا وہ فتنے وفسادات کا دور تھا، مغربیت کا عروج تھا اور دینی اصولوں کی پامالی کی جارہی تھی۔ ایسے حالات میں نورسی نے قرآنی فکر کی روشنی میں ایسی علمی و تصنیفی خدمات انجام دیں جو کہ اُمت مسلمہ کے لئے ہدایت کا چراغ اور راہِ راست پر لانے کا باعث بنیں۔

جس طرح ہندوستان میں اکبر کا فتنہ شروع ہوا تو مجدد الف ثانی احمد سرہندیؒ نے دفاع کیا بالکل اسی طرح سعید نورسی بھی اعداء اسلام کے فتنوں کے سامنے ڈٹ گئے اور اسلام کا دفاع کرتے ہوئے مصطفی کمال اتاترک کے اُبھرتے ہوئے فتنوں کا سرقلم کر دیا۔ آپ کو ایک قید خانہ سے دوسرے قید خانہ منتقل کیا جاتا رہا لیکن آپ مخالفین کو جوابات دینے اور رسائل کی تصانیف سے باز نہ آئے۔ اگرچہ آپ کثیر التصانیف عالم نہیں ہیں لیکن آپ ایک انقلابی مفکر تھے جنہوں نے اپنی بھرپور کاوشوں اور رسائل سے ترکی کے باشندوں میں اسلام کی حلاوت کو ختم نہیں ہونے دیا۔

رسائل النور

نورسی نے جو رسائل تصنیف کئے ہیں اُن کے مجموعہ کو ''رسائل النور'' کہا جاتا ہے اور ''رسائل النور'' کے بارے میں نورسی خود ''رسائل النور'' میں ہی لکھتے ہیں:

ان رسائل النور لیست طریقة صوفية بل حقيقة، وهی نور مفاض من الآیات القرآنية ولم تستق من علوم المشرق ولا من فنون الغرب، بل هی معجزة معنوية للقرآن الكريم خاص لهذا الزمان ا؂

''رسائل النور کوئی طریقت صوفیہ نہیں ہے بلکہ یہ تو حقیقت ہے اور وہ ایسا نور ہے جو آیات قرآنیہ سے حاصل کیا گیا ہے یہ علوم مشرق اور مغربی فنون سے نہیں لیا گیا، بلکہ یہ تو موجودہ زمانہ کے لئے قرآن کریم کا خاص معنوی معجزہ ہے۔''

نورسی اس میں اس بات کا دعوی کر رہے ہیں کہ ''رسائل النور'' یہ موجودہ زمانہ کے لئے قرآن کریم کا خاص معنوی معجزہ ہے یعنی نورسی نے ''رسائل النور'' کو آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں ہی مرتب کیا ہے تاکہ زمانہ ہٰذا میں لوگوں کی قرآن کریم سے جو دوری ہوگئی ہے اُس کو ختم کیا جاسکے۔

رسائل النور کی خصوصیات

نورسی عصر حاضر میں رسائل النور کی خوبیاں وخصوصیات بھی بیان کرتے ہیں تاکہ ''رسائل النور'' کو پڑھنے والوں کے دلوں میں اس کی اہمیت مزید پختہ ہوجائے اور لوگ دلی ذوق وشوق اور غور وخوض کے ساتھ ''رسائل النور'' کا مطالعہ کریں اور اس سے فیض یاب ہوسکیں۔ نورسی ''رسائل النور'' کی درج ذیل خصوصیات بیان فرماتے ہیں:۔

ا۔ عروۃ وثقی

عصر حاضر میں ''رسائل النور'' عروۃ وثقی کی حیثیت رکھتے ہیں یعنی یہ ایک ایسا مضبوط سلسلہ ہے جو کہ منقطع نہیں ہوتا اور اللہ کی ایسی رسی ہے کہ جو بھی اس کو مضبوطی سے تھامے گا وہ نجات پا جائے گا۔

۲۔ تفسیر قرآن

''رسائل النور'' قرآن کریم کی ایک ایسی فائق دلیل ہے جو کہ قرآن کی تفسیر قیم ہے اور قرآن کے اعجاز معنوی کے لمعات میں سے ایک چمک ہے، اور اس کے سمندر کے پانی میں سے ایک قطرہ ہے اور اس کے سورج کی ایک شعاع ہے اور حقیقت میں یہ علم حقیقت کا ایک خزانہ ہے اور قرآن کے فیوضات کا معنوی ترجمہ ہے۔

۳۔ مصدر اصلی قرآن

''رسائل النور'' یہ دوسری تالیفات کی طرح نہیں ہے کہ جس کی متعدد معلومات دیگر علوم وفنون سے حاصل کی جاتی ہوں بلکہ اس کا قرآن کے سوا کوئی مصدر ہی نہیں ہے اور قرآن کے سوا اس کا کوئی اُستاذ ہی نہیں ہے کیونکہ مصنف کے پاس تالیف کے وقت کوئی دوسری کتاب موجود نہیں تھی، لہٰذا یہ صرف قرآن کریم کے فیوضات میں سے ایک فیض ہے۔

۴۔اعتراضات کے جوابات

''رسائل النور'' میں ملحدین ومعترضین کے اعتراضات کے جوابات بھی ہیں جو اُنہوں نے ایک ہزار سال کی محنت سے تیار کر رکھے تھے، اور فلاسفہ کے ایسے شبہات جو کفر کی طرف لے جانے والے ہوتے ہیں اُن کا بھی ازالہ کیا گیا ہے کیونکہ قرآن ایک صراط مستقیم ہے۔

۵۔عام قابلِ فہم

''رسائل النور'' جو کہ ایک معنوی ضیاء ہے اور ایسا عالی الشان علم ہے جو کہ بلند مرتبہ رکھتا ہے اور اس کو سیکھنے اور پڑھنے کے لئے کسی تکلف کی ضرورت نہیں پڑتی اور نہ ہی اس کے لئے اساتذہ کی ضرورت پڑتی ہے بلکہ یہ اتنا عام فہم ہے کہ ہر شخص اس کو اپنے علمی مقام کے اعتبار سے سمجھ سکتا ہے۔[۲]

نورسی نے ''رسائل النور'' کی یہ خصوصیات بیان کی ہیں کہ جو کوئی بھی اس کو مضبوطی سے تھامے گا اور اس کو پڑھ کر فیض یاب ہوگا تو وہ کامیاب وکامران ہو جائے گا کیونکہ ''رسائل النور'' کوئی عام رسائل نہیں ہیں بلکہ یہ قرآن کی ہی تفسیر ہیں اور ان کا مصدر اصلی بھی صرف اور صرف قرآن ہی ہے اس لئے کہ جب نورسی نے ''رسائل النور'' کو لکھا تھا تو نورسی کے پاس قرآن کے علاوہ کوئی دوسری کتاب موجود نہیں تھی تو اس کو اس اعتبار سے تصنیف کیا گیا کہ جس سے معترضین کے اعتراضات بھی رفع ہو جائیں اور ہر عام وخاص کے لئے بھی قابل فہم ہو جائے۔

رسائل النور کی طباعت

۱۹۵۶ء کے بعد استنبول اور انقرہ کے مطابع سے ''رسائل النور'' کی طباعت ہونا شروع

ہوگئی ،نورسی کے طلاب ان کو تیار کر کے طباعت سے پہلے نورسی کے پاس لاتے تھے اور نورسی'' رسائل النور'' کی طباعت کی ابتداء ہونے پر بہت خوش تھے اور وہ کہتے تھے:

هذاهو عيد رسائل النور۔ كنت انتظر مثل هذاالیوم

،لقدانتهت مهمتي اذن وسأرحل قريبا ۳۔

'' یہ رسائل النور کی عید ہے۔ میں اس دین کے انتظار میں

تھا، میرا مقصد پورا ہوگیا اب میں جلد ہی کوچ کر جاؤں گا''

رسائل النور کی طباعت کا کام نورسی کی حیات میں ہی شروع ہوگیا تھا لیکن اس کی تکمیل نورسی کی وفات کی بعد ہوئی۔

کلیات رسائل النور

کلیات رسائل النور میں نورسی کے لکھے ہوئے ایک سوتیس (۱۳۰) سے زائد رسائل ہیں جن کو درج ذیل نو جلدوں میں تقسیم کیا گیا ہے:۔

۱۔ الكلمات
۲۔ المكتوبات
۳۔ اللمعات
۴۔ الشعاعات
۵۔ اشارات الاعجاز فی مظان الایجاز
۶۔ المثنوی العربی النوری
۷۔ الملاحق فی فقہ دعوۃ النور
۸۔ صیقل الاسلام
۹۔ سیرۃ ذاتیۃ

رسائل النور کا ترجمہ

نورسی کی وفات کے بعد اُن کے ہونہار شاگرد ''احسان قاسم الصالحی'' نے ''کلیات رسائل النور'' کو مکمل عربی زبان میں نو جلدوں میں استنبول اور قاہرہ سے طبع کروایا، ان میں سے درج ذیل چار جلدوں کے ترجمہ میں احسان قاسم صالحی کی بہن ''کریمہ شکران واحدہ'' نے ان کی معاونت کی:۔

۱۔ الکلمات

۲۔ المکتوبات

۳۔ اللمعات

۴۔ الشعاعات

اسی طرح عربی زبان کے علاوہ درج ذیل دیگر لغات میں بھی کلیات رسائل النور کے تراجم کیے گئے ہیں:۔

۱۔ فارسی

۲۔ روسی

۳۔ المانی

۴۔ کردی

۵۔ مالوی

۶۔ بوسنیا۵۔

کلیات رسائل النور کا تعارف

کلیات رسائل النور میں جو نو مجلدات ہیں اُن میں سے بالترتیب ہر ایک کا مختصر تعارف اور اہم مضامین مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ الکلمات

یہ نو سو چونسٹھ (۹۶۴) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں تینتیس (۳۳) رسائل موجود

ہیں اور ہر رسالہ ایک مستقل مضمون پر مبنی ہے اور ہر رسالہ کہ ابتداء میں الکلمۃ الاولیٰ، الکلمۃ الثانیہ، الکلمۃ الثالثۃ الخ کے الفاظ سے اُس کو سابق سے ممتاز کیا گیا ہے۔ اس کے مضامین میں سے اہم مضامین درج ذیل ہیں:۔

۱۔ عبادت وعقیدہ کے معانی ومفہوم
۲۔ عقائد ایمان
۳۔ نماز میں حکمتیں
۴۔ اسمائے حسنہ کی روشنی میں اثباتِ حشر
۵۔ حقائق قرآنیہ
۶۔ معجزات انبیاء کی اہمیت
۷۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کا اثبات
۸۔ اعجاز القرآن کی وجوہ
۹۔ دلائلِ حشر
۱۰۔ معراج نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حکمت اور اُس کے ثمرات

۲۔المکتوبات

یہ چھ سواسّی (۶۸۰) صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں اُنتیس (۲۹) مکتوبات ہیں جن میں سے زیادہ تر سوال وجواب کا طرز اختیار کیا گیا ہے اور اس کے مضامین میں سے اہم مضامین درج ذیل ہیں:۔

۱۔ حیاتِ خضرؑ
۲۔ موت کی حکمت
۳۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حضرت زینبؓ سے نکاح کی حکمت کا بیان
۴۔ مبتلی بالوسوسہ کا علاج

۵۔ عدالت

۶۔ جنت سے حضرت آدمؑ کے اخراج کی حکمت

۷۔ بعثت انبیاءؑ کی حکمت

۸۔ خلافت علیؓ

۹۔ شیاطین وشرور کے پیدا کرنے کی حکمت

۱۰۔ حضرت عیسیٰؑ اور قتل دجال

۱۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی ضرورت

۱۲۔ معجزات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۳۔ جن وحیوان اور ملائکہ کی معرفت

۱۴۔ اسم اعظم

۳۔ اللمعات

یہ چھ سو چھیالیس (۶۴۶) صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں تیس (۳۰) لمعات ہیں اور اس کے مضامین میں سے اہم مضامین درج ذیل ہیں:۔

۱۔ مناجات سیدنا یونسؑ وایوبؑ

۲۔ منہاج السنۃ ومرقاۃ السنۃ

۳۔ زمین وآسمان

۴۔ شیطان سے پناہ مانگنے کی حکمت

۵۔ کفر کی ماہیت واقسام

۶۔ علماء بنی اسرائیل کی خطایا

۷۔ اقتصاد واخلاص

۸۔ حجاب اور اُس کی حکمتیں

۴۔الشعاعات

یہ سات سو چونسٹھ (۷۶۴) صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں پندرہ (۱۵) شعاعات ہیں اوراس کے مضامین میں سے اہم مضامین درج ذیل ہیں:۔

۱۔ انسان کی خوبیاں توحید کے ساتھ ہی نمایاں ہوتی ہیں

۲۔ رسُالۃ المناجاۃ

۳۔ ایجادوابداع کی حقیقت

۴۔ قرآن کریم میں تکرار کی حکمت

۵۔ براہین توحید

۶۔ قیامت ودجال کی علامات

۷۔ آخرت انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی کی اساس ہے

۵۔اشارات الاعجاز فی مظان الایجاز

یہ تین سو چوالیس (۳۴۴)صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں سورۃ الفاتحہ اورسورۃ البقرہ کی تیس (۳۰) آیات کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔اس میں قرآن کریم کے اعجاز نظمی کو آیات میں ثابت کیا گیا ہے اورقرآنی سوروآیات میں مقاصد قرآن (توحید،رسالت،عدل،حشر) کوثابت کیا گیا ہے۔

۶۔المثنوی العربی النوری

یہ پانچ سو اڑسٹھ (۵۶۸) صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں بارہ (۱۲) رسائل ہیں جو کے درج ذیل عناوین سے تالیف کیے گئے ہیں:۔

۱۔ لمعات من شمس التوحید

۲۔ رشحات من معرفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۳۔ لاسیما (فی اثبات الحشر)

۴۔ قطرۃ من بحر التوحید

۵۔ حباب من عمان القرآن الحکیم

۶۔ حبۃ من ثمرات جنان القرآن

۷۔ زہرۃ من ریاض القرآن الحکیم

۸۔ ذرۃ من شعاع ہدایۃ القرآن

۹۔ شمۃ من نسیم ہدایۃ القرآن

۱۰۔ شعلۃ من انوار القرآن

۱۱۔ نقطۃ من نور معرفۃ اللہ جل جلالہ

۱۲۔ نور من انوار نجوم القرآن

۷۔ الملاحق فی فقہ دعوۃ النور

اس میں وہ رسائل ہیں جو نورسی نے ابتداء میں ۱۹۲۷ء رسائل النور کے لئے تالیف کیے تھے، اور اس میں اُن رسائل کا مجموعہ ہے جو نورسی اور اس کے طلبہ کے مابین ابتداء میں جاری ہوئے تھے اور اس میں رسائل النور کی اہمیت، اس زمانے میں دعوت الی اللہ کا منہج، رسائل النور کی عقلی و روحانی افادیت اور نورسی نے اس میں اپنے طلبہ کو صدق و اخلاص، ذکر و دعاء اور دوام و استغفار کی وصیت کی ہے۔۶

یہ چار سو بہتر (۴۷۲) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں تین مستقل کتابیں درج ذیل ملاحق کے عنوان کے ساتھ موجود ہیں:

۱۔ ملحق بارلا

۲۔ ملحق قسطمونی

۳۔ ملحق امیرداغ

نورسی نے یہ تینوں رسائل تین مختلف قید خانوں میں تالیف کیے تھے اسی مناسبت سے ان کے یہ

نام رکھے گئے ہیں۔ ے

۸۔ صیقل الاسلام

یہ چھ سو چھ (۶۰۶) صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں درج ذیل آٹھ (۸) رسائل ہیں:۔

۱۔ محکمات عقلیہ

اس میں تفسیر، بلاغت اور عقیدہ کے متعلق مضامین ہیں۔

۲۔ قزل ایجاز

اس میں دلالات قضیہ، الفاظ ومعانی کے درمیان نسبت، انواع العلم، قضایا اور اُس کے احکامات کے متعلق ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔ تعلیقات

اس میں علم منطق کے متعلق مضامین ذکر کیے گئے ہیں۔

۴۔ السنوحات

اس میں سیاست شخصیہ، قومیت اور اجتاعیت کے دستور، زندگی ورزق کی حقیقت واہمیت اور مجلس شوری کے متعلق بیان کیا گیا۔

۵۔ المناظرات

اس میں نورسی کے ساتھ ہونے والے مناظرات میں کیے جانے والے سوالات اور اُن کے جوابات ذکر کیے گئے ہیں۔

۶۔ الحکمۃ العسکریۃ العرفیۃ

اس میں نورسی اصلاحِ تعلیم اور اپنے اوپر لگائے جانے والے اعتراضات کا دفاع کرتے ہیں۔

۷۔ الخطبۃ الشامیہ

اس میں تبلیغ میں رسائل النور کا منہج اور امت مسلمہ کے امراض اور اُن کے علاج کے متعلق مضامین ذکر کیے گئے ہیں۔

۸۔ الخطوات الست

اس میں ایام ظلمت میں مسلمانوں کے عزائم کو قوی کرنے کے متعلق مضامین مذکور ہیں۔

۹۔ سیرة ذاتیة

یہ چھ سو بیس (۶۲۰) صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں بدیع الزمان سعید نورسی کے حالات زندگی کو بالترتیب تاریخی اعتبار سے ذکر کیا گیا ہے۔اس میں درج ذیل تین ابواب ہیں:۔

۱۔ الباب الاول: حیاتہ الاولی

اس میں چار فصول ہیں۔

۲۔ الباب الثانی: سعید جدید

اس میں دس فصول ہیں۔

۳۔ الباب الثالث: شذرات

اس میں بھی چار فصول ہیں۔

رسائل النور کی دیگر خصوصیات

۱۔ آیات قرآنیہ کی تفسیر میں رسائل النور کو بیان کیا ہے۔

۲۔ احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور استشہاد کے ذکر کیا ہے۔

۳۔ کہیں بیانیہ طرز اختیار کیا ہے اور کہیں سوالیہ طرز اپنایا ہے۔

۴۔ ایمانیات کو زیادہ اہمیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

۵۔ علوم القرآن کو بیان کیا گیا ہے۔

۶۔ اہم مسائل کو تکرار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

۷۔ اخلاقی مضامین کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔

۸۔ عصر حاضر میں اُمت مسلمہ کو پیش آمدہ مسائل اور اُن کا حل بھی ذکر کیا ہے۔

۹۔ ہر کتاب کے آخر میں فہارس بھی دی گئی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ نورسی، الملاحق فی فقہ دعوۃ النور، ص: ۲۰۲

۲۔ ایضا، ص: ۲۲۳۔۲۲۰

۳۔ الصالحی، سیرۃ ذاتیۃ مختصرۃ لبدیع الزمان سعید نورسی، ص: ۹۲

۴۔ نورسی، سیرۃ ذاتیۃ، ص: ۴۴

۵۔ الصالحی، سیرۃ ذاتیۃ مختصرۃ لبدیع الزمان سعید نورسی، ص: ۱۳۳۔۱۱۲

۶۔ نورسی، الملاحق فی فقہ دعوۃ النور، ص: ۵

۷۔ ایضا، ص: ۶۔۵

باب دوم

علوم القرآن: سعید نورسی کی قرآنی فکر کی روشنی میں

اعجاز القرآن اور اُس کی وجوہ کا بیان

اعجاز القرآن اتنا ہی قدیم وعظیم ہے جتنا کہ دین اسلام اور علماء کرام ہمیشہ قرآن مجید پڑھتے، سمجھتے اور پڑھاتے رہے اور اُنہوں نے قرآن کو اللہ رب العزت کی حکمتوں سے بھرپور، اُمت مسلمہ کے لئے رُشد وہدایت، نصرت وکامیابی اور ہر زمانے میں پیش آمدہ مسائل ومشکلات کا حل موجود پایا۔ اور قرآن نے جن وانس کو اس کی مثل لانے کا چیلنج کیا جو کہ چودہ سو سال سے زائد کا عرصہ بیت جانے کے باوجود نہ ختم ہوا اور نہ ہوگا۔ قرآن نے انسان کی سعادت وشقاوت کا معیار واضح کرتے ہوئے اُس کو راہِ راست پر لانے کے تمام ذرائع کو بیان کیا۔ اس فصل میں اعجاز القرآن کا مفہوم، مراحل، معرفت کے طریقے اور وجوہ کو بیان کیا جائے گا۔

اعجاز کا مفہوم

اعجاز یہ عجز سے ماخوذ ہے اور لغات میں اس کے مختلف معانی بیان کیے گئے ہیں۔

۱۔ ابن منظور نے لسان العرب میں لکھا ہے کہ عجز یہ جیم کے فتح اور کسرہ دونوں کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے جس کا معنی ہے ''عدم القدرۃ'' ۱؂

۲۔ رازی نے مختار الصحاح میں عجز کا معنی کسی چیز سے پیچھے رہ جانے کے نقل کیا ہے ۲؂

۳۔ فراہیدی نے کتاب العین میں اعجاز کا معنی لکھا ہے ہے ''العجز نقیض الحزم'' کسی کو عاجز اُس وقت کہا جاتا جب کوئی شخص کسی کام کے کرنے پر قادر نہ ہو۔ ۳؂

جیسا کہ قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

آیت نمبر ۱:

وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۴؂

''تم نہ تو زمین میں اللہ کو عاجز کر سکتے ہو نہ آسمان میں''

آیت نمبر ۲:

اَعَجَزْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِثْلَ ھٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ سَوْءَۃَ اَخِی ۵ ۔

''ہائے افسوس کیا میں ایسا ہونے سے بھی گیا گزرا کہ اس کوے کی طرح اپنے بھائی کی لاش کو دفنا دیتا''

اعجاز سے ہی لفظ ''معجزہ'' بنتا ہے اور مفکرین و محققین نے معجزہ کی مختلف تعریفیں لکھیں ہیں:۔

۱۔ ابن تیمیہؒ (۶۶۱ھ۔۔۔۷۲۸ھ)

امام ابن تیمیہ (۱) نے کتاب النبوات میں معجزہ کی تعریف یہ کی ہے:

''مایخرج عن الامر المعتاد فانہ معجزۃ، وھو الخارق للعادۃ اذا اقترن بدعوی النبوۃ'' ۶ ۔

۲۔ جلال الدین سیوطیؒ (۸۴۹ھ۔۔۔۹۱۱ھ)

جلال الدین سیوطیؒ (۲) نے الاتقان فی علوم القرآن میں معجزہ کی تعریف کی ہے کہ

''معجزہ ایسا واقعہ ہوتا ہے جو خرقِ عادت وقوع پذیر ہو، اُس کے ساتھ چیلنج بھی کیا ہو اور وہ مخالفت سے بھی محفوظ ہو'' ۷ ۔

ابن تیمیہؒ کی تعریف اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی تعریف میں فرق یہ ہے علامہ سیوطیؒ نے خرقِ عادت کے ساتھ مخالفت سے محفوظ ہونے کی قید لگائی ہے اور امام ابن تیمیہؒ نے اس قید کی

۱۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ آٹھویں صدی ہجری کے عظیم مفسر، محدث، فقیہ، متکلم، نقاد اور عظیم مصلح تھے، آپ کی زندگی کا زیادہ عرصہ قید خانے میں گزرا، آپ کے بارے میں یہ غلط تصور پایا جاتا ہے کہ آپ تصوف وصوفیہ کے مخالفین میں سے تھے حالانکہ آپ کو مقبرہ صوفیہ میں اپنے بھائی شرف الدین عبداللہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ (الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج:۴، ص:۹۷-۱۴۹۶)

۲۔ جلال الدین سیوطیؒ نے تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان، بدیع، اصول فقہ، قراءت، تاریخ اور طب جیسے موضوعات سے متعلق مختلف کتابیں تحریر کیں۔ آپ کو ستر سے زائد مرتبہ آپ ﷺ کی زیارت ہوئی، آپ کے شاگرد داوودی نے آپ کے اساتذہ کی تعداد اکاون شمار کی ہے اور آپ کی چھوٹی اور بڑی کتابوں کی ملا کر تقریباً پانچ سو (۵۰۰) تصانیف بتائی ہیں۔ (ابن عماد حنبلی، شذرات الذہب فی اخبار من الذہب، ج:۱۰، ص:۷۷-۷۵)

بجائے اقتران بدعوی النبوۃ کی قید لگائی ہے۔

ان دونوں تعریفوں میں اگر غور کیا جائے تو دونوں کو ملا کر معجزہ کی تعریف کی درج ذیل قیود و شرائط بنتی ہیں:۔

۱۔ خرق عادت ہو

۲۔ اُس کے ساتھ چیلنج بھی ہو

۳۔ مخالفت سے محفوظ ہو

۴۔ نبوت کا دعوی بھی ساتھ ہو

۳۔سعید نورسیؒ (۱۲۹۳ھ۔۔۔۱۳۷۹ھ)

بدیع الزمان سعید نورسیؒ نے معجزہ کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے:

''المعجزۃ بحد ذاتھا تصدیق من رب العالمین لدعوی رسولہ الکریم، أی کأنّ المعجزۃ تقوم مقام قول اللہ: صدق عبدی فاطیعوہ'' ۸؎

''معجزہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ اللہ ربّ العزت کی طرف سے اپنے معزز رسول کے دعوی کی تصدیق کرنا ہی یعنی معجزہ اللہ کے اس قول کے قائم مقام ہے: میرے بندے (رسول) نے سچ کہا بس تم اس کی فرمانبرداری کرو۔''

اور سعید نورسیؒ اس تعریف کو ایک بہت اچھی مثال سے ایسے وضاحت کرتے ہیں:۔

اگر کوئی شخص بادشاہ کی موجودگی میں یہ دعوی کرتا ہے کہ مجھے بادشاہ نے اس کام کے لئے عامل بنا کر بھیجا ہے اور اُس کے اردگرد کے موجود لوگ اس دعوی پر اُس سے کوئی دلیل طلب کریں تو بادشاہ اُس کی تصدیق میں کہہ دے کہ ہاں میں نے اس کو عامل مقرر کیا ہے، تو بادشاہ کا قول اُس مدعی کے لئے دلیل اور اُس کے دعوی کی تصدیق کے لئے شہادت ہے۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوی کیا کہ میں اللہ رب العزت کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں ، جب اُن سے لوگوں نے دلیل مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دعوی کی تصدیق کے لئے اپنے

معتاد قوانین کو تبدیل کرتے ہوئے اُن کی اُنگلیوں سے پانی کے چشموں کو جاری کر دیا، اُن کی اُنگلی کے اشارہ سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا، کبھی وہ درخت کو اشارہ کرتے ہیں تو وہ اُن کے پاس آ کر اُن کی صداقت کی گواہی دیتا ہے اور معمولی سے کھانے سے سینکڑوں لوگ شکم سیر ہو جاتے ہیں۔ یہ اور اس جیسے سینکڑوں کی تعداد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں اور تمام معجزات اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول کی رسالت کے دعوی تصدیق ہی ہوتے ہیں۔۹؎

سعید نورسی نے معجزہ کی جو تعریف ذکر کی ہے وہ نہایت ہی مختصر اور عُمدہ ہے کیونکہ سعید نورسی نے معجزہ کی تعریف میں صرف یہ کہا ہے کہ معجزہ اللہ کا اپنے رسول کے دعوی کی تصدیق کرنے کا نام ہے۔ اس تعریف میں امام ابن تیمیہؒ اور علامہ سیوطیؒ کی دونوں تعریفوں میں جو قیود و شرائط تھیں وہ بھی ساری کی ساری موجود ہیں۔

۱۔ خرق عادت ہو

جب اللہ رب العزت نے اپنے رسول کے دعوی کی تصدیق کے لئے دلیل دینی ہے تو اُس کی شان کے لائق یہی ہے کہ وہ خرقِ عادت ہو۔

۲۔ اُس کے ساتھ چیلنج بھی ہو

جب رسول اپنے دعوی کی تصدیق کے لئے دلیل پیش کرتا ہے تو ایک کُھلا چیلنج ہوتا ہے۔

۳۔ مخالفت سے محفوظ ہو

جب بادشاہ ہی اپنے عامل کی تصدیق کر دے تو اُس کی مخالفت کرنے کی جرأت کوئی نہیں کرتا۔

۴۔ نبوت کا دعوی بھی ساتھ ہو

اس تعریف کی رُو سے نبی دعوی ہی صرف یہی کرتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

لہٰذا سعید نورسی کی اس مختصر سی تعریف میں وہ سب قیود و شرائط موجود ہیں جو سابقہ

مفکرین و محققین نے معجزہ کی تعریف میں ذکر کی ہیں اور سعید نورسی نے جو وضاحت کے لئے مثال پیش کی ہے اس سے اُن کی تعریف بطریق اتم سمجھی جاتی ہے۔

قرآن کا مفہوم

ماہرین عربی دان نے قرآن کے مختلف لغوی معانی ذکر کیے ہیں:۔

۱۔ فراہیدی کتاب العین میں لکھتے ہیں کہ قرآن یہ قرأ (مہموز اللام) سے ماخوذ ہے بمعنی قرأت یعنی پڑھنا۔ ۱۰۔

۲۔ ابن منظور نے لسان العرب میں ذکر کیا ہے کہ قرآن کا معنی جمع کرنا ہے کیونکہ قرآن بھی سورتوں کو جمع کرتا ہے۔ ۱۱۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۱۲۔

"اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے"

۳۔ اسماعیل بن قسطنطین (۱) کہتے ہیں کہ قرآن یہ مہموز نہیں ہے بلکہ یہ تورات اور انجیل کی طرح اسم ہے۔ ۱۳۔

قرآن کی لغوی تعریف کی طرح اصطلاحی تعریف میں بھی مفکرین کی مختلف آراء ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:۔

۱۔ باقلانیؒ (۳۳۸ھ ۔۔۔ ۴۰۳ھ)

امام باقلانی (۲) نے قرآن کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

ان القرآن الذی هو متلو محفوظ مرسوم فی المصاحف، هو الذی جاء به النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وانه هو الذی تلاه علی من فی عصره ثلاثا وعشرین سنین ۱۴۔

۱۔ یہ مکہ کے مشہور قاری ہیں اور امام شافعیؒ کے قراءت کے اُستاذ ہیں۔ (الذہبی، معرفۃ القراء الکبار، ج:۱، ص:۱۴۱)

۲۔ محمد بن طیب باقلانی عراق کے مشہور عالم ہیں، آپ کی مشہور تصانیف "الملل والنحل، الاستبصار، اعجاز القرآن، مناقب الائمہ، ہدایۃ المسترشدین فی الکلام" ہیں۔ http://wikifeqh.ir/ابوبکر_باقلانی retrieved on 22-06-2014

۲۔ شریف جرجانیؒ (۷۴۰ھ۔۔۔۸۱۶ھ)

امام جرجانی (۱) نے قرآن کی تعریف یہ کی ہے:

القرآن هو المنزل على الرسول المكتوب في المصاحف المنقول عنه نقلا متواترا بلا شبهة[15]۔

۳۔ عبدالعظیم زرقانیؒ (متوفی ۱۳۶۷ھ)

عبدالعظیم زرقانی (۲) نے قرآن کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے:

ان القرآن کلام اللہ، و ان کلام اللہ غير کلام البشر ما في ذالک ريب[16]۔

مذکورہ تعریفات سے قرآن کی تعریف میں مندرجہ ذیل قیود وشرائط بنتی ہیں:۔

۱۔ کلام اللہ ہو

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہو

۳۔ تلاوت کی جاتی ہو

۴۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تیئیس سال کے عرصہ میں نازل ہوا ہو

۵۔ مصاحف میں لکھا ہو

۶۔ نقل متواتر سے منقول ہو

۴۔ سعید نورسیؒ

سعید نورسی نے قرآن کی تعریف بہت طویل کی ہے جن میں سے چند اہم نکات درج ذیل ہیں:۔

۱۔ علم کلام وحکمت میں آپ کا کافی نام تھا، آپ حنفی مسلک کے تھے فارسی میں صرف میر آپ کی مشہور تصنیف ہے جو آج بھی درس نظامی میں داخل نصاب ہیں retrieved on 22-06-2014 http://fa.wikipedia.org/wiki/سید_شریف_گرگان

۲۔ آپ جامعہ ازہر مصر کے مشہور ترین علماء میں سے ہیں، آپ اہل جعفریہ میں سے تھے اور آپ علوم القرآن اور علوم الحدیث کے مدرس تھے، آپ کی مشہور کتابیں ''مناہل العرفان فی علوم القرآن اور بحث فی الدعوۃ والارشاد'' ہیں، قاہرہ میں ہی آپ کی وفات ہوئی۔ retrieved on 27-06-2014 http://ar.wikipedia.org/wiki/محمد_عبد_العظیم_الزرقانی

قرآن یہ ازلی ترجمہ ہے، ابدی ترجمان ہے، عالَم غیب وشہادۃ کی تفسیر کرنے والا ہے، مخفی اسرار کی وضاحت کرنے والا ہے، پوشیدہ حقائق کو کھولنے والا ہے، اسلام کے لئے سورج اور بنیاد ہے، اُخروی عالَم کے لئے مقدس راستہ ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات ،صفات اور اسماء کی تفسیر کرنے والا ہے، عالَم انسانی کے لئے مربی ہے، انسانیت کے لئے پانی اور روشنی کی طرح ہے اور نوعِ انسانی کے لئے رُشد وہدایت اور حکمت ہے۔ ۱۷

سعید نورسی نے قرآن کی یہ تعریف بہت طویل کر دی ہے کیونکہ نورسی نے اس تعریف میں ہی بہت سے ایسے نکات درج کر دیے ہیں جو کہ درحقیقت قرآن کے فضائل وخصائص ہیں۔ حالانکہ تعریف ہمیشہ مختصر اور جامع ہونی چاہیئے جیسا کہ سعید نورسی نے معجزہ کی تعریف مختصر سی کی تھی۔ لیکن نورسی نے قرآن کی تعریف میں اس اُسلوب کو اختیار نہیں کیا اور قرآن کی تعریف بہت طویل کر دی۔ اگرچہ نورسی کی درج بالا بیان کردہ تعریف بہت عُمدہ ہے اور اس میں قرآن کی تعریف میں شامل ہونے والی تمام قیود وشرائط پوری آرہی ہیں لیکن نورسی نے اس تعریف میں قرآن کی خصوصیات اور فضائل واثرات کو ساتھ ملا کر طویل کر دیا۔

قرآن کے چیلنج کے مراحل

اللہ رب العزّت نے جب بھی اپنے رسول کو اُس کی رسالت کی تائید کے لئے کوئی معجزہ دیا تو وہ اسی جنس میں سے ہوتا تھا جس میں اُس رسول کی قوم کو مہارت وعبور حاصل ہوتا تھا ، کیونکہ اس میں حکمت یہ ہوتی تھی کہ وہ سب سے زیادہ قوی اور اتمام حجت ہو جائے جیسا کہ موسیٰؑ کی قوم کو جادو میں مہارت حاصل تھی تو اللہ نے اُن کو ایک ایسا عصا دیا جو سانپ بن جاتا تھا اور عیسیٰؑ کی قوم کو علمِ طب میں عبور تھا تو اللہ نے عیسیٰؑ کو بیماروں کو شفا اور مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ عطا فرمایا۔

اسی طرح زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب اپنے کلام وبیان اور فصاحت وبلاغت میں مشہور تھے تو اللہ تعالیٰ نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا کلام دے کر مخالفین ومعاندین کو اس کی مثل لانے سے عاجز کر دیا۔

یہ قرآن ایک ایسا معجزہ ہے جو اپنے مخالفین کو کُھلا چیلنج کرتا ہے کہ اگر کسی کو وہم ہے کہ یہ کلام اللہ نہیں ہے تو اس کی مثل لا کر دکھاؤ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مخالفین کو اس قرآن کی مثل لانے کے چیلنج کو مختلف مراحل میں بیان کیا ہے اور مشکل سے آسان اور آسان ترین کی حکمت کو اپناتے ہوئے مندرجہ ذیل آیات میں اُن کو واضح چیلنج دیا:۔

آیت نمبر ۱:

قُلْ فَأْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۱۸؎

''کہہ دے کہ اگر سچے ہو تو تم بھی اللہ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو اِن دونوں سے زیادہ ہدایت والی ہو۔ میں اسی کی پیروی کروں گا۔''

آیت نمبر ۲:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّأْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ ۱۹؎

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلان کر دیں کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کی مثل لانا ناممکن ہے۔''

آیت نمبر ۳:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَأْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيَاتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۲۰؎

''کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو اسی نے گھڑ لیا ہے؟ تو جواب دے کہ پھر تم بھی اسی کی مثل دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے چاہو اپنے ساتھ ملا بھی لو اگر تم سچے ہو۔''

آیت نمبر ۴:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۲۱؎

''کیا یہ کہتے ہیں کہ اسی نے اسے گھڑ لیا ہے؟ تو جواب دے کہ پھر تم بھی تو اس کی کسی سورت کی مثال بنا کر لاؤ۔ ہاں تم اللہ کے سوا اور جس جس کو چاہو بلا بھی لینا اگر تم سچے ہو۔''

آیت نمبر ۵:

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ۲۲۔

''اچھا اگر یہ سچے ہیں تو بھلا اس جیسی ایک ہی بات یہ بھی تو لے آئیں۔''

قرآن کے ان چیلنج کے مراحل میں سے مفسرین نے مختلف مراحل ذکر کیے ہیں۔

۱۔ امام رازی نے اپنی تفسیر مفاتیح الغیب میں مذکورہ مراحل میں سے پہلے چار کو ذکر کیا ہے۔ ۲۳۔

۲۔ امام باقلانی نے درج بالا مراحل میں سے آخری چار کو ذکر کیا ہے۔ ۲۴۔

۳۔ سعید نورسی نے قرآن کی انہی مذکورہ آیات کی روشنی میں قرآن کے چیلنج کو نو مراحل میں بیان کیا ہے۔

پہلا مرحلہ

پورے قرآن کی مثل لا کر دکھاؤ

دوسرا مرحلہ

اگر تم پورا قرآن نہیں لا سکتے تو کوئی اس جیسی بلیغ نظم ہی لے آؤ

تیسرا مرحلہ

تم دس سورتیں ہی لے آؤ

چوتھا مرحلہ

کوئی ایک طویل سورت لے آؤ

پانچواں مرحلہ

اگر طویل سورت نہیں لا سکتے تو ''سورۃ الکوثر'' جیسی کوئی سورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے کسی اُمی سے لے آؤ

چھٹا مرحلہ

اگر کسی اُمی سے لانا ممکن نہیں ہے تو کسی ماہر عالم سے لے آؤ

ساتواں مرحلہ

اگر پھر بھی تمہارے لئے مشکل ہو تو کسی سے معاونت لے لو

آٹھواں مرحلہ

اگر تم پھر بھی نہیں لا سکتے تو تمام جن وانس میں سے اپنے معاونین اور دوستوں سے مدد لے لو اور آدمؑ سے اب تک سب کے افکار اور عربی اُسلوب کو اکٹھا کر کے اس جیسی کوئی ایک سورت لے آؤ

نواں مرحلہ

اگر تم یہ کہو کہ تمہارے دوست نہیں ہیں تو اپنے سب دشمنوں کو بھی ملا لو اور اس جیسی کوئی ایک چھوٹی سورت لا کر دکھاؤ ۲۵۔

سعید نورسی نے یہ جو نو مراحل ذکر کیے ہیں ایسے اور اتنے مراحل کسی نے بھی ذکر نہیں کیے سابقہ علماء و مفسرین نے صرف چار سے پانچ مراحل بیان کیے ہیں لیکن سعید نورسی نے ان میں چار کا مزید اضافہ کر دیا ہے، جس کا مقصد قرآن کے اعجاز کے چیلنج کو مزید عام اور ناقابل شکست بنانا ہے۔

یہ سعید نورسی کی قرآنی فکر کا ثمر ہی ہے کہ اُن کی اس فکر کے نتیجے میں ہمیں قرآن کی مثل لانے سے متعلق چیلنج کے مراحل میں اضافی مراحل تک رسائی حاصل ہوگئی۔ درحقیقت یہ بھی قرآنی آیات کی روشنی سے ہی حاصل ہوئے ہیں یہ کوئی قرآن کی آیات کے مخالف نہیں ہیں بلکہ نورسی نے ایک قرآنی آیت سے اگر دو مختلف مرحلے بنتے تھے تو اُنہوں نے اُس کو الگ الگ مرحلہ بنا کر

ایک منفرد اور خوبصورت اضافہ کر دیا جو قارئین کے لئے دلچسپی کا بھی باعث ہے۔

سعید نورسی نے ان مراحل میں اگرچہ اضافہ کیا ہے لیکن ایک مرحلہ جو قرآن سے ثابت تھا وہ اپنے ان نو مراحل میں چھوڑ گئے ہیں حالانکہ وہ بھی قرآنی آیت سے ہی ثابت ہے:

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ۲۶ ۔

''اچھا اگر یہ سچے ہیں تو بھلا اس جیسی ایک ہی بات یہ بھی تو لے آئیں۔''

اگر وہ یہ مرحلہ بھی ذکر کرتے تو کل دس مراحل بن جاتے لیکن نورسی نے اس کا ذکر نہیں کیا۔

اعجاز القرآن کی معرفت کے طریقے

سعید نورسی نے قرآن کے اعجاز کی معرفت کے تین طریقے نقل کیے ہیں جو کہ عبدالقاہر جرجانیؒ، زمخشریؒ، سکاکیؒ اور جاحظؒ نے ذکر کیے تھے:۔

۱۔ اہل عرب فصاحت وبلاغت میں ماہر تھے، شعروشاعری اُن کا مشغلہ تھا، اُن کا کلام اور شعروشاعری فصاحت وبلاغت اور حسن اُسلوب سے بھرپور ہوتی تھی لیکن اس کے باوجود وہ قرآن کی مثل لانے سے عاجز رہے۔

۲۔ لاکھوں اہل علم اور بلغاء وفصحا مل کر بھی اس قرآن جیسا ایک کلمہ نہ لا سکے۔

۳۔ نبی اکرم ﷺ کی نبوت کے دعوی کو باطل قرار دینے اور قرآن کی مثل لانے کی اُنہوں نے بہت کوشش کی لیکن یہ اُن کی حسرت ہی رہی اور اُنہوں نے قرآن کی مثل لانے سے عاجز آکر جنگ وجدل کا راستہ اختیار کرلیا۔ ۲۷ ۔

ہمیشہ اہل باطل کا یہی وطیرہ رہا ہے کہ پہلے وہ حق کی مخالفت کرتے ہوئے اُس پر طعن وتشنیع کرتے ہیں پھر اُس کی تکذیب کے لئے انتہائی کوشش کرتے ہیں اور جب ہر طرف سے مایوس وناامید ہو جاتے ہیں اور کوئی حربہ بھی کارگر ثابت نہیں ہوتا تو پھر وہ جنگ وجدل کا راستہ اپنا لیتے ہیں اور یہی طرز مشرکین نے بھی اختیار کیا تھا۔

اعجاز القرآن کی وجوہ

قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ یہ کسی خاص زمانے یا خاص طبقہ کے لئے نازل نہیں ہوا بلکہ یہ ایک عالمگیر کتاب ہے جس سے ہر زمانے میں ہر طبقہ کے افراد استفادہ کرتے ہیں کیونکہ قرآن میں ہر زمانہ کے مسائل کا حل ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کے اعجاز کی وجوہ بھی ہر دور میں علماء نے مختلف ذکر کی ہیں کیونکہ قرآن ایک بحرِ بے کراں ہے اس کا جس نے بھی اپنی فہم وفراست سے ادراک کیا اُس نے ویسا ہی نقل کیا اوران میں سے ایک ''اعجاز القرآن کی وجوہ'' بھی ہے۔

سعید نورسی نے بھی اعجاز القرآن کی وجوہ کو اپنی تالیفات میں خصوصی اہتمام کے ساتھ ذکر کیا ہے اور نورسی نے ان کو تکرار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔نورسی کے نزدیک اعجاز القرآن کی وجوہ درج ذیل ہیں:۔

ا۔نظمِ قرآن

قرآن کا اعجاز ہے کہ اس میں نظم ہے بلاغت کے اعتبار سے قرآن میں نظم معانی ہے بلکہ نظم ہمیں کائنات کی ہر شے میں دکھائی دیتا ہے۔۲۸۔

''نظم'' قرآن میں کثرت سے موجود ہے اور سعید نورسی کی کتاب ''اشارات الاعجاز فی مظان الایجاز'' اول سے آخر تک نظمِ قرآن کو ہی بیان کرتی ہے۔سعید نورسی نے نظمِ قرآن پر متعدد مثالیں بھی دی ہیں:۔

مثال اول

وَلَئِنْ مَسَّتْهُمْ نَفْحَة'' مِنْ عَذَابِ رَبِّکَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْن ۲۹۔

''اگر اُنہیں تیرے رب کے کسی عذاب کی بھانپ بھی لگ جائے تو پکار اُٹھتے ہیں

ہائے ہماری خرابی یقیناً ہم گنہگار تھے''

یہ جملہ جہنم کے عذاب کی ہولنا کی کو بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہے لیکن اس میں اُس کے اقل عذاب کی شدت کا بھی اظہار ہے یعنی کافروں کو جب اقل عذاب ہی پہنچے گا تو وہ یہ جملہ کہیں گیں۔

کیونکہ اس آیت میں لفظ ''لَئِن'' ہے جو تشکیک کے لئے آتا ہے اور شک سے قلت واقع ہوتی ہے۔

لفظ ''مسّ'' یہ بھی قلت کا فائدہ دیتا ہے کیونکہ اس کا معنی ہے کہ جب اُن کو قلیل عذاب پہنچے گا۔

لفظ ''نفحة'' یہ بھی قلت کے لئے ہے کیونکہ اس میں تنوین تنکیر کی ہے جو قلت کے لئے ہے۔

لفظ ''مِن'' یہ تبعیض کے لئے بمعنی جزء اور یہ بھی قلت کا فائدہ دیتا ہے۔

لفظ ''عَذاب'' یہ بھی قلت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ عذاب ''نکال اور عقاب'' کی بانسبت ہلکی سزا ہے۔[۳۰]

اس پوری آیت میں لفظ بالفظ نظم موجود ہے جس کا ہر لفظ ماقبل و مابعد کی تائید و توثیق کرتا ہے۔

مثال دوم

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنفِقُوْن[۳۱]

''اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے دیتے ہیں''

اس جملہ میں بھی نظم پایا جارہا ہے کیونکہ یہ جملہ صدقہ کی قبولیت کے لئے پانچ شرائط کی طرف اشارہ کر رہا ہے:۔

۱۔لفظ ''مِمَّا'' میں مِن تبعیض کے لئے ہے یعنی صدقہ کرنے والے کو اپنا سارا مال ہی صدقہ نہیں کرنا چاہیے کہ بعد میں وہ خود صدقہ لینے کا محتاج ہو جائے بلکہ اپنا کچھ مال صدقہ کرے۔

۲۔لفظ ''رَزَقْنٰهُمْ'' سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ زید سے لے کر عمر و کو صدقہ نہ دے بلکہ اُس مال میں سے صدقہ دے جو اللہ رب العزت نے اُس کو دیا ہے۔

۳۔لفظ ''رَزَقْنٰهُمْ'' میں ''نا'' ضمیر سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ صدقہ کر کے کوئی احسان نہیں کر رہا بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے تمہیں رزق دیا تو تم میرا مال میرے بندوں پر خرچ کرو۔

۴۔لفظ ''يُنفِقُوْن'' سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صدقہ اُس کو دو جو نفقہ کا حاجت مند ہے۔

۵۔لفظ ''رَزَقْنٰھُمْ'' سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ صدقہ اللہ کے نام کے ساتھ کرنا چاہیے یعنی اللہ کی رضا کے لئے صدقہ ہونا چاہیے۔۳۲؎

یہ دونوں مثالیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن میں جو نظم پایا جاتا ہے وہ صرف سورتوں اور آیات میں ہی نہیں بلکہ الفاظ میں بھی نظم موجود ہے اور ایک لفظ دوسرے لفظ سے ربط وتعلق رکھتا ہے اور یہی قرآن کا اعجاز ہے کیونکہ الفاظ میں نظم قائم کرنا یہ کوئی آسان کام نہیں ہے کہ اس کو کوئی بشر انجام دے پائے بلکہ یہ اللہ ربُّ العزت کی شان ہی کے لائق ہے کہ وہ اپنے کلام میں نظم کو بیان کریں۔

۲۔جامعیت

قرآن کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ اس میں جامعیت پائی جاتی ہے اور یہ جامعیت مختلف وجوہ کے اعتبار سے قرآن میں موجود ہے۔۳۳؎

نورسی نے قرآن میں جامعیت کو پانچ وجوہ کے اعتبار سے ذکر کیا ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

ا۔ الفاظ میں جامعیت

قرآن کے الفاظ میں جامعیت پائی جاتی ہے کیونکہ قرآن کا ہر کلام بلکہ ہر کلمہ بلکہ ہر حرف یہاں تک کہ کبھی خاموشی بھی بہت سی وجوہ کے لئے وضع کی گئی ہے پھر ہر مخاطب اپنی استعداد وصلاحیت کے مطابق اُس سے اپنا حصہ اخذ کرتا ہے۔

جیسے قرآن میں ہے:

وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا۳۴؎

''اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا؟''

اس آیت سے عام آدمی یہی سمجھتا ہے کہ زمین میں پہاڑوں کو مضبوط میخوں کی طرح گاڑھ دیا گیا ہے جس سے وہ اس میں اللہ کی نعمتوں اور فوائد کے بارے میں غور وفکر کرتا ہے اور

اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔

ایک شاعر اس آیت میں غور وفکر کرتا ہے تو یہ خیال کرتا ہے کہ یہ زمین نرم اور کشادہ ہے اور گنبد نما آسمان ایک بہت بڑے خیمہ کی مانند ہے اور اُس کو چراغوں سے مزین کیا گیا ہے اور پہاڑوں نے اُفق کے دائرے کو بھرا ہوا ہے اُس کی چوٹیاں آسمانوں کے دامن کو چھوتی ہوئی محسوس ہو رہی ہیں گویا کہ وہ اس عظیم خیمہ کی میخیں ہیں جو ان سب کے بنانے والے کی عظمت اور بزرگی کو بیان کر رہی ہیں۔

ایک سمجھدار دیہاتی اس آیت سے یہ تصور کرتا ہے کہ زمین کی سطح ایک بہت وسیع صحراء کی طرح ہے اور پہاڑوں کا یہ لمبا سلسلہ مختلف مخلوقات کے لئے خیمہ کی مانند ہیں جس کو انہوں نے اپنے لئے مسکن بنالیا ہے اور وہ یہ سمجھتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں یعنی گویا کہ یہ پہاڑ زمین پر خیمے ہیں جو لگائے گئے ہیں۔

ایک جغرافی اس آیت سے یہ سمجھتا ہے کہ یہ زمین کا کرہ ایک کشتی کی طرح ہے جس کو اردگرد سے ہوائیں گھیرے ہوئے ہیں اور اُس کو حرکت دے رہی ہیں تو یہ پہاڑ میخیں ہیں جو اس کشتی کا توازن قائم رکھے ہوئے ہے۔ ۳۵ ؎

درج بالا مفاہیم کی روشنی سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن کے الفاظ میں کتنی جامعیت ہے جو تمام طبقات کو جمع کر رہی ہے جس سے ہر طبقہ کا فرد قرآن کی آیات سے فیض یاب ہوتے ہوئے اُس سے ایسا مفہوم سمجھتا ہے جو اُس کے موافق و لائق ہوتا ہے۔

۲۔ معانی میں جامعیت

قرآن کریم معانی کا ایسا خزانہ ہے جس سے تمام مجتہدین و محققین استفادہ کرتے ہیں۔ ۳۶ ؎

۳۔ علم میں جامعیت

قرآن کریم تمام علوم کو جمع کرنے والا ہے کیونکہ قرآن ایک سمندر ہے جس سے تمام علوم جاری ہوتے ہیں۔ ۳۷ ؎

۴۔ مباحث میں جامعیت

قرآن کریم تمام مباحث کو جمع کرنے والا ہے کیونکہ اس میں وہ تمام مباحث موجود ہیں جو انسان کے ساتھ خاص ہیں۔ کائنات، خالق، زمین و آسمان، دنیا و آخرت، ماضی و مستقبل، ازل و ابد، انسان کی نطفہ سے پیدائش سے لے کر قبر میں داخل ہونے تک، کھانے اور سونے کے آداب اور قضاء کے متعلق سب مباحث قرآن میں جمع ہیں۔ ۳۸۔

۵۔ اُسلوب و اختصار میں جامعیت

قرآن کریم اپنے اُسلوب و اختصار کے اعتبار سے بھی جامع ہے کیونکہ قرآن کی ایک بڑی آیت ایک سورت کے قائم مقام ہے اور ایک سورت پورے قرآن کے سمندر کو متضمن ہوتی ہے گویا کہ ہر سورت گویا قرآن صغیر ہے جیسا کہ محقق علماء کا اس بات پر اجماع بھی ہے کہ قرآن فاتحہ میں ہے اور فاتحہ بسملہ میں ہے۔

اسی طرح اُسلوب کے اعتبار سے قرآن اپنے دلائل و اشارات کے اعتبار سے بھی جامع ہے کیونکہ اس میں کلام کے مختلف اُسلوب پائے جاتے ہیں جیسے امر و نہی، وعدہ و وعید، ترغیب و ترہیب، زجر و ارشاد اور قصص و امثال اپنے اختصار کے اعتبار سے بھی قرآن جامع ہے کیونکہ کبھی کبھی قرآن ایک کلمہ میں ہی بہت سے دعووں کے دلائل صراحۃً و اشارۃ دے دیتا ہے ۳۹۔

یہ پانچوں اُمور اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں کہ قرآن میں جامعیت ہے اور جامعیت کئی اُمور کے اعتبار سے ہے جس سے مختلف طبقہ کے افراد فیض یاب ہوتے ہیں۔

۳۔ کاملیت عُرفی

قرآن کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ اس میں عُرف کے اعتبار سے بھی علوم میں کاملیت پائی جاتی ہے چاہے وہ تہذیب روح کا فن ہو، ریاضت قلب کا علم ہو، تربیت وجدان کا علم ہو، تدویر المنزل کا علم ہو، سیاسۃ مدنیہ ہو، نظام عالم کا علم ہو، حقوق و معاملات ہوں یا آداب کے متعلق

مباحث ہوں سب کی اساس قرآن ہے۔ ۴۰؎

یعنی ہر زمانے کا عُرف قرآن سے استفادہ کرتا ہے کیونکہ جیسے قرآن تمام علوم کو جامع ہے اسی طرح قرآن تمام علوم کا مرجع ومنبع بھی ہے۔

۴۔تناسب وتوازن

قرآن کا ایک اعجاز ہے کہ اس میں تناسب وتوازن پایا جاتا ہے یعنی کلام اللہ کی ابتداء سے انتہاء تک جب غور وفکر کی جائے گی تو اُس کے سیاق وسباق میں تناسب وتوازن نظر آتا ہے جو کہ قرآن کا اعجاز ہے۔ ۴۱؎

۵۔حاکمیت

قرآن نے اپنے دو پر پھیلائے ہوئے ہیں ایک ماضی کی طرف اور دوسرا مستقبل کی طرف، ماضی میں قرآن پر سابقہ انبیاء کا اتفاق رہا جو کہ قرآن کے بیج کی مانند ہیں جنہوں نے اپنے اقوال سے قرآن کی موافقت کی تائید وتصدیق کی اور مستقبل میں اولیاء، علماء وصالحین اس بوئے ہوئے بیج کا پھل بنے جنہوں نے قرآن کے درخت کو پروان چڑھایا۔ ۴۲؎

اور قرآن اُصول وعقائد میں مکمل ہے اور سابقہ آسمانی کُتب کے تمام محاسن کو اور سابقہ شرائع کے اُصول کو جامع بھی ہے۔ ۴۳؎

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ اس کی حاکمیت وبرتری ماضی ومستقبل دونوں میں قائم ہے اور رہے گی کیونکہ علم ومعرفت میں اس کی حاکمیت کا کوئی ثانی نہیں ہے اور علماء وصالحین میں سے جم غفیر کا قرآن کی شاگردی اختیار کرنا بھی اس کی حاکمیت کی ایک عالی دلیل ہے۔

۶۔اعجاز علمی

قرآن کا ایک اعجاز ہے کہ اس میں علمی اعتبار سے بھی ایسے نکات ملتے ہیں جن کا حصول کسی بشر کے لئے ممکن نہیں ہوتا جیسے کہ قرآن میں ''رعد وبرق'' کا ذکر آیا ہے۔

نورسی کہتے ہیں کہ رعد و برق کا تعلق عالم غیب سے ہے یعنی اُن فرشتوں کے بارے میں جو بادلوں کا نظام سنبھالے ہوئے ہیں کیونکہ حکمت الٰہی یہ ہے کہ ہر کام کے اسباب کا اپنے مسببات کے ساتھ ربط ہوتا ہے، جب ہوا میں منتشر پانی کے بخارات سے بادل بنتے ہیں تو اس میں ایک مثبت اثرات ہوتے ہیں اور ایک منفی جب وہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں تو اُن میں تصادم کی وجہ سے ''برق'' کی آواز پیدا ہوتی ہے اور پھر دفعتاً ایک جگہ چھوڑ کر دوسری خالی جگہ پُر کرنے کی وجہ سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اُس کو ''رعد'' کہتے ہیں، یہ سب ایک نظام و قانون کے تحت ہوتا ہے جس کو ایک فرشتہ تشکیل دیتا ہے اور اس سے اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ اس دہشت کا منشاء یہ ہے کہ اس سے یہ خیال آتا ہے کہ آسمان ''ارعاد'' کی آواز سے دھمکی کے ساتھ بات کر رہا ہے اور ''ابراق'' کے ساتھ بہت سے حجاب کُھل جاتے ہیں۔ ۴۴؎

اس سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے کلام کے ایک ایک لفظ میں کتنے علوم پوشیدہ کئے ہوئے ہیں جن کو صرف اہل علم ہی سمجھ سکتے ہیں اور پھر اُس سے عوام الناس بھی استفادہ کر سکتے ہیں کیونکہ یہ تو صرف قرآن سے ایک مثال دی گئی ہے ورنہ اس کے علاوہ قرآن سے بہت سے امثلہ دی جا سکتی ہیں۔

۷۔ معرفتِ الٰہی کا ذریعہ

قرآن کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ یہ معرفت الٰہی کا ذریعہ بھی ہے اس سے روشنی حاصل کر کے انسان تاریکیوں میں بھی اپنے رب کی معرفت کا راستہ ڈھونڈ لیتا ہے۔

معرفت الٰہی کے چار اسباب ہیں:۔

۱۔ صوفیہ کا منہج: جس کی بنیاد تزکیہ نفس ہے۔

۲۔ علماء کلام کا منہج: جو کہ واجب الوجود کے اثبات میں حدوث اور امکان پر مبنی ہے۔

اصلاً تو یہ دونوں سبب قرآن کی فرع ہیں لیکن انسانوں نے اس کو مختلف صورتیں دے کر ان دونوں کو طویل اور مشکل بنا دیا ہے جس کی وجہ سے ان دونوں میں کچھ شکوک پیدا ہو گئے ہیں۔

۳۔ فلاسفہ کا مسلک: جو کہ شکوک و شبہات اور اوہام کے ساتھ بھرا ہوا ہے۔

۴۔ قرآن کریم: یہ ایک ایسا راستہ ہے جو کہ سیدھا اللہ رب العزت کی معرفت عطا کرتا ہے اور یہ انتہائی مختصر ذریعہ ہے جو قُربِ الٰہی کا سبب بنتا ہے۔ اور قرآن میں قُربِ الٰہی کے چار وسائل ذکر گئے ہیں:۔

۱۔ الہام

۲۔ تعلیم

۳۔ تزکیہ

۴۔ تدبر ۴۵۔

اعجاز القرآن پر اعتراضات

نورسی نے اعجاز القرآن پر معترضین کی طرف سے کیے جانے والے اعتراضات اور اُن کے جوابات بھی دیے ہیں۔

پہلا اعتراض

قرآن میں متشابہات و مشکلات بھی ہیں جو کہ قرآن کے اعجاز بلاغی کے منافی ہے کیونکہ اس سے وضاحت نہیں ہوتی؟

جواب

قرآن کے مخاطبین لوگ ہیں اور لوگوں میں عوام بھی ہیں اور خواص بھی لیکن اکثریت عوام ہیں اور خطاب میں اقل اکثر کے تابع ہوتا ہے اسی لئے قرآن کے خطاب میں عوام الناس کے اذہان کی رعایت کی گئی ہے تاکہ وہ اپنی فہم کے مطابق سمجھ جائیں اور اگر اس کے برعکس کیا جاتا تو اکثریت مفہوم قرآن سے ناواقف ہو جاتی جیسے ارشاد باری ہے:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۴۶۔

''جو رحمن ہے، جو عرش پر قائم ہے''

اس آیت مبارکہ سے عام آدمی یہی سمجھے گا کہ جیسے بادشاہِ ملک تخت نشین ہوتا ہے اسی طرح اللہ بھی تخت نشین ہیں۔ اور قرآن میں جو مشکلات ہیں وہ یا تو معنی میں دقت کی وجہ سے ہیں یا ایجاز

اُسلوب کی وجہ سے جو کہ اعجاز قرآن کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ اعتراض افہام پر ہوتا ہے نہ کہ قرآن پر۔ ۴۷ ۔

سعید نورسی نے متشابہات قرآن پر واقع ہونے والے اعتراض کا جو جواب دیا ہے وہ حروف مقطعات کا دفاع نہیں کرتا کیونکہ نورسی کا کہنا ہے کہ متشابہات کا مقصد ہے کہ اس کو عوام الناس بھی سمجھ سکیں جب کہ حروف مقطعات کے بارے میں تو خواص نے بھی کہا ہے کہ اللہ کے راز ہیں ان کو ہم نہیں جانتے جیسے شعبی کا قول ہے:

کہ سورتوں کے اوائل میں جو متشبہات ہیں یہ اللہ کے اسرار میں سے ہیں۔ ۴۸ ۔

اور بغوی نے ابوبکر صدیقؓ کا قول نقل کیا ہے:

ہر کتاب کا ایک راز ہوتا ہے اور قرآن میں اللہ کا راز اوائل سور ہیں۔ ۴۹ ۔

تو جب حروف مقطعات کے بارے میں مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ صرف اللہ کا راز ہیں تو ہم اس کو کیسے جان سکتے ہیں؟

جیسا کہ ارشاد باری بھی ہے:

هُوَ الَّذِیٓ اَنزَلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ مِنۡهُ اٰیٰتٌ مُّحۡکَمٰتٌ ھُنَّ اُمُّ الۡکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشٰبَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِهٖ ؕ وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۵۰ ۔

"وہ اللہ جس نے تجھ پر کتاب اتاری جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں، جو اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ آیتیں ہیں، پس جن کے دلوں میں کجی ہے، وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لئے، ان کی حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہیں جانتا،"

دوسرا اعتراض

قرآن تعلیم وارشاد کی کتاب ہے جب کہ اس میں کائنات کے فنون اور تخلیق کے حقائق کا ذکر نہیں ہے جو کہ تعلیم وارشاد کے منافی ہے؟

جواب

اگر قرآن ان سب حقائق کو ذکر کر دیتا تو عوام الناس کے ذہن تشویش میں مبتلا ہو جاتے کیونکہ اُن کی فہم اس کی غایت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔۵۱۔
ویسے بھی قرآن کا مقصد کائنات کی جغرافیت کو بیان کرنا نہیں ہے جو ان باتوں کو ذکر کیا جاتا۔

تیسرا اعتراض

قرآن کے بعض ظواہر ایسے ہیں جو کہ دلیل عقلی کی مخالفت کی طرف مائل ہوتے ہیں؟

جواب

قرآن کے مقاصد اصلی چار ہیں:

۱۔ توحید

۲۔ نبوت

۳۔ حشر

۴۔ عدالت

قرآن کا مقصد اصلی انہیں کو بیان کرنا ہے اور بقیہ جو کائنات کا ذکر ہے وہ تبعا ہے اصلا وہ مقصود نہیں ہے لہٰذا اگر وہ ظاہر کے خلاف بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔۵۲۔

الغرض نورسی نے اعجاز القرآن کو آسان اور عام فہم زبان میں بالتفصیل ذکر کیا ہے تا کہ قرآن فہمی کے لئے ترغیب کی تحریک لوگوں میں پیدا کی جا سکی اور عوام الناس قرآن سے مستفید و مستفیض ہو سکیں اور اپنی عملی زندگی کو اس کے مطابق ڈھال سکیں۔

حوالہ جات

۱۔ ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، قاہرہ: دار المعارف، ۱۱۱۹ھ،

ج:۴،

ص:۲۸۱۷

۲۔ رازی، محمد بن ابوبکر، مختار الصحاح، بیروت: مکتبہ لبنان، ۱۹۸۶ء، ص: ۱۷۴

۳۔ فراہیدی، خلیل بن احمد، کتاب العین، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۳ء، ج: ۳،

ص:۱۰۱

۴۔ العنکبوت: ۲۲

۵۔ المائدہ: ۳۱

۶۔ ابن تیمیہ، شیخ الاسلام ابو العباس احمد، کتاب النبوات، مدینہ منورہ: الجامعۃ الاسلامیۃ،

۲۰۰۰ء، ج:۱، ص:۱۲۹

۷۔ سیوطی، جلال الدین عبد الرحمن، الاتقان فی علوم القرآن، مدینہ منورہ: مجمع الملک فھد،

س: ن، ص: ۱۸۷۳

۸۔ نورسی، بدیع الزمان سعید، المکتوبات، احسان قاسم صالحی (مترجم) قاہرہ: شرکہ سوزلر

للنشر، ۲۰۱۱ء، ص: ۱۱۸

۹۔ ایضا

۱۰۔ فراہیدی، کتاب العین، ج: ۳، ص: ۳۶۹

۱۱۔ ابن منظور، لسان العرب، ج: ۵، ص: ۳۵۶۳

۱۲۔ القیٰمۃ: ۱۷

۱۳۔ ابن منظور، لسان العرب، ج: ۵، ص: ۳۵۶۳

۱۴۔ باقلانی، ابوبکر محمد بن طیب، اعجاز القرآن، قاہرہ: دار المعارف، ۱۹۷۱ء، ص: ۲۱

۱۵۔ جرجانی، سید شریف علی بن محمد، معجم التعریفات، قاہرہ: دار الفضیلۃ، س۔ن، ص: ۱۴۶

۱۶۔ زرقانی، محمد عبد العظیم، مناہل العرفان، بیروت: دار الکتاب العربی، ۱۹۹۵ء

، ج:۱، ص: ۱۷

۱۷۔ نورسی، بدیع الزمان سعید، الکلمات، احسان قاسم صالحی (مترجم) قاہرہ: شرکہ سوزلر

للنشر، ۲۰۱۱ء، ص: ۴۲۱۔۴۲۰

۱۸۔ القصص: ۴۹

۱۹۔ الاسراء: ۸۸

۲۰۔ ہود: ۱۳

۲۱۔ یونس: ۳۸

۲۲۔ الطور: ۴۴

۲۳۔ رازی، فخر الدین محمد، مفاتیح الغیب، بیروت: دار الفکر، ۱۹۸۱ء، ج: ۲، ص: ۱۲۸

۲۴۔ باقلانی، اعجاز القرآن، ص: ۱۸۔۱۷

۲۵۔ نورسی، بدیع الزمان سعید، اشارات الاعجاز فی مظان الایجاز، احسان قاسم صالحی (مترجم) قاہرہ: شرکہ سوزلر للنشر، ۲۰۱۱ء، ص: ۱۸۲۔۱۸۱

۲۶۔ الطور: ۴۴

۲۷۔ نورسی، اشارات الاعجاز فی مظان الایجاز، ص: ۱۷۶۔۱۷۵

۲۸۔ ایضا، ص: ۱۱۶

۲۹۔ الانبیاء: ۴۶

۳۰۔ نورسی، الکلمات، ص: ۴۲۶

۳۱۔ البقرہ: ۳

۳۲۔ نورسی، الکلمات، ص: ۴۲۷

۳۳۔ نورسی، الکلمات، ص: ۴۴۹

۳۴۔ النباء: ۷

۳۵۔ نورسی، الکلمات، ص: ۴۵۰۔۴۴۹

۳۶۔ نورسی، الکلمات، ص: ۴۵۱

۳۷۔ ایضا

۳۸۔ ایضا

۳۹۔ نورسی، الکلمات، ص:۴۵۸۔۴۵۷
۴۰۔ نورسی، اشارات الاعجاز فی مظان الایجاز، ص:۱۷۶
۴۱۔ ایضا، ص:۱۷۱
۴۲۔ نورسی، الکلمات، ص:۵۲۰
۴۳۔ نورسی، اشارات الاعجاز فی مظان الایجاز، ص:۵۹
۴۴۔ ایضا، ص:۱۴۱
۴۵۔ نورسی، بدیع الزمان سعید، المثنوی العربی النوری، احسان قاسم صالحی (مترجم) قاہرہ: شرکہ سوزلر للنشر، ۱۹۹۵ء، ص ۴۲۸۔۴۲۷
۴۶۔ طٰہٰ:۵
۴۷۔ نورسی، اشارات الاعجاز فی مظان الایجاز، ص:۱۷۵۔۱۷۴
۴۸۔ بغوی، محی السنۃ حسین بن مسعود، معالم التنزیل، ریاض: دار طیبۃ، ۱۴۰۹ھ، ج:۱، ص:۵۸
۴۹۔ بغوی، معالم التنزیل، ج:۱، ص:۵۸
۵۰۔ اٰل عمران:۷
۵۱۔ نورسی، اشارات الاعجاز فی مظان الایجاز، ص:۱۷۶
۵۲۔ ایضا، ص:۱۷۷

قرآن کریم میں تکرار کی حکمت

سعید نورسیؒ نے رسائل النور میں اعجاز قرآن کی وجوہ کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن کریم میں تکرار کو بھی بالتفصیل ذکر کرنے کا اہتمام کیا ہے کیونکہ ''قرآن کریم میں تکرار کی حکمت'' ایک علمی قابل بحث موضوع ہے اسی لئے نورسی نے رسائل النور میں اس کو تاکید کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

تکرار کی لغوی تعریف

تکرار کا مادۂ اصلی ''ک، ر، ر'' ہے اور لغت میں اس کے درج ذیل معانی بیان کیے گئے ہیں:

۱۔ ابن منظورؒ نے اس کا معنیٰ ''رجوع'' بیان کیا ہے۔ ۱؎

۲۔ زبیدیؒ نے اس کا معنیٰ بیان کیا ہے کہ کسی چیز کا فناء ہونے کے بعد دوبارہ پیدا ہونا۔ ۲؎

۳۔ امام راغبؒ نے کہا کہ اس کا اصل معنیٰ کسی چیز کو بالذات یا بالفعل پلٹانا یا موڑ دینا کے ہیں اور بٹی ہوئی رسی کو بھی ''کر'' کہا جاتا ہے یہ اصل میں مصدر ہے مگر بطور اسم استعمال ہوتا ہے اور اس کی جمع ''کرور'' آتی ہے اور اسی سے لفظ ''الکرۃ'' ہے جس کا معنیٰ دوسری بار کے ہے۔ ۳؎

قرآن کریم میں بھی یہ لفظ بار ہا استعمال کیا گیا ہے:۔

آیت نمبر ۱:

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ ۴؎

''پھر ہم اُن پر تمہارا غلبہ پھیریں گیں''

آیت نمبر ۲:

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۵؎

''اگر کاش کہ ہمیں ایک مرتبہ پھر جانا مل جاتا تو ہم تو پکے سچے مومن بن جاتے''

آیت نمبر ۳:

وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً ۶

''اور تابع دار لوگ کہنے لگیں گے، کاش کہ ہم پھر دنیا کی طرف دوبارہ جائیں''

تکرار کی اصطلاحی تعریف

زرکشیؒ نے تکرار کی اصطلاحی تعریف ذکر کی ہے کہ کسی لفظ یا اُس کے مترادف کو معنی کی پختگی کے لئے دوبارہ لانا۔ ۷

تکرار کے ثبوت میں علماء کی آراء

قرآن کریم میں تکرار کے ثبوت میں علماء کی دو آراء ہیں:۔

۱۔ علماء میں سے اکثریت کے نزدیک قرآن میں تکرار موجود ہے۔

۲۔ بعض کے نزدیک قرآن میں تکرار نہیں ہے۔ ۸

ڈاکٹر فضل حسن عباس (۱) نے قرآنی آیات کو ممکنہ طور پر اجمالاً تین اُمور میں تقسیم کیا ہے:۔

۱۔ احکام

۲۔ عقائد

۳۔ قصص قرآنی

پھر وہ کہتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ آیاتِ احکام میں تکرار نہیں ہے۔ ۹

احکام سے مراد وہ آیات ہیں جو عبادات، معاملات، احوال شخصیہ اور حدود کو شامل ہوتی ہیں۔

عقائد سے مُراد وہ آیات ہیں جو الٰہیت، رسالت، ملائکہ، کُتب الٰہی اور آخرت پر مشتمل ہوتی ہیں۔

اور قصص قرآنی سے مُراد وہ آیات ہیں جن میں اقوام کے حالات و واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ آپ ۱۹۳۲ء میں فلسطین کے شہر صفوریہ میں پیدا ہوئے، ۱۹۷۲ء میں جامعہ ازہر سے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی اور آپ کا رسالہ ''اتجاہات التفسیر فی مصر والشام'' کے عنوان پر تھا، مشہور تصانیف اعجاز القرآن الکریم، اتقان البرہان فی علوم القرآن، قصص القرآن الکریم ہیں، ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء کو وفات ہوئی۔ retrieved on 22-06-14 http://ar.wikipedia.org/wiki/فضل_عباس

تکرار کی انواع

علماء و محققین نے تکرار کی مختلف وجوہ کے اعتبار سے مختلف انواع بیان کی ہیں تو اس اعتبار سے تکرار کی بہت ساری انواع بن جاتی ہیں۔

مفید و غیر مفید کے اعتبار سے انواع

تکرار کے مفید و غیر مفید ہونے کے اعتبار سے چھ انواع ہیں:۔

۱۔ تکرار مفید ہو جو لفظ و معنی دونوں میں موجود ہو اور وہ ایک ایسے معنی پر دلالت کر رہا ہو جس سے دو مختلف غرضیں مقصود ہوں۔

۲۔ تکرار مفید ہو جو لفظ و معنی دونوں میں موجود ہو اور وہ ایک ایسے معنی پر دلالت کر رہا ہو جس سے ایک غرض مقصود ہو۔

۳۔ تکرار مفید ہو جو صرف معنی میں موجود ہو لفظ میں نہ ہو اور وہ دو مختلف معنوں پر دلالت کر رہا ہو۔

۴۔ تکرار مفید ہو جو صرف معنی میں موجود ہو لفظ میں نہ ہو اور وہ صرف ایک معنی پر دلالت کر رہا ہو۔

۵۔ تکرار غیر مفید ہو اور وہ لفظ و معنی دونوں میں موجود ہو۔

۶۔ تکرار غیر مفید ہو اور وہ صرف معنی میں موجود ہو لفظ میں نہ ہو۔ ۱۰؎

لفظ و معنی کے اعتبار سے انواع

ابن رشیق قیروانی نے ''العمدۃ فی صناعۃ الشعر'' میں تکرار کی تین انواع ذکر کی ہیں:۔

۱۔ لفظ و معنی دونوں کا تکرار ہو۔

۲۔ لفظ کا تکرار ہو اور معنی مختلف ہو۔

۳۔ معنی کا تکرار ہو لیکن لفظ مختلف ہو۔ ۱۱؎

تکرار کی یہ تقسیم لفظ و معنی کے اعتبار سے کی گئی ہے اور اسی طرح لفظ و معنی کے اعتبار سے تکرار کی دو انواع اور بھی ہیں:۔

۱۔ تکرار لفظی

۲۔ تکرار معنوی

تکرار لفظی

جس میں ایک لفظ کا ہی تکرار ہو

پھر اس کی دو قسمیں ہیں:۔

ا۔ تکرار لفظی متصل

جس میں الفاظ کا تکرار ہو اور ان دونوں کے درمیان اتصال ہو اُن میں کوئی فاصلہ نہ ہو اور اس میں کلمہ اور آیت دونوں کا تکرار ہو سکتا ہے، اور قرآن کریم میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں:۔

مثال نمبر ۱:

فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ

ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۱۲؎

''اُسے ہلاکت ہو کیسے سوچی

وہ پھر غارت ہو کس طرح اندازہ کیا''

مثال نمبر ۲:

أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ

ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ۱۳؎

''افسوس ہے تجھ پر حسرت ہے تجھ پر

وائے اور خرابی ہے تیرے لئے''

مثال نمبر ۳:

كَلَّا سَيَعْلَمُونَ

ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۱۴؎

''یقینا یہ ابھی جان لیں گیں
اور بالیقین انہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا''

مثال نمبر ۴:

کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ
ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۱۵؎

''نہیں نہیں تم معلوم کرلو گے
اور ابھی ابھی تمہیں علم ہو جائے گا''

۲۔ تکرار لفظی منفصل

جس میں دونوں الفاظ کے درمیان فاصلہ ہو چاہے ایک آیت کا ہو یا زیادہ آیات کا فاصلہ ہو۔

مثال نمبر ۱:

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ
وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۱۶؎

''بے شک اس میں یقینا نشانی ہے اور ان میں کے اکثر لوگ مومن نہیں ہیں
اور تیرا یقینا وہی غالب اور مہربان ہے''

اس مقام کے علاوہ یہ دونوں آیات سورۃ الشعراء میں سات اور مختلف مقامات میں بھی ہیں۔

مثال نمبر ۲:

ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ ؕ ۱۷؎

''کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟''

یہ جملہ اس مقام کے علاوہ سورۃ النمل میں چار بار اور بھی آیا ہے۔

مثال نمبر ۳:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۱۸؎

''یقیناً ہم نے قرآن کو پند و وعظ کے لئے آسان کر دیا ہے پس کیا ہے کوئی سوچنے والا؟''

سورۃ القمر میں یہ آیت چار مرتبہ آئی ہے۔

مثال نمبر ۴:

فَبِاَیِّ اٰلَاۤءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۱۹؎

''پس تم دونوں اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟''

سورۃ الرحمن میں یہ آیت اکتیس مرتبہ مختلف آیات کے فاصلے کے ساتھ ہے۔

مثال نمبر ۵:

وَیْل ''یَوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ۲۰؎

''اس دن جھٹلانے والوں کی تباہی ہے''

یہ آیت سورۃ المرسلات میں دس مختلف مقامات میں ہے۔

تکرار معنوی

کسی ایک معنی کا مترادف الفاظ یا متباین الفاظ کے ساتھ بار بار آنا۔ ۲۱؎

قرآن میں متعدد انبیاء کے قصص متعدد سُور میں آئے ہیں جیسے حضرت موسیٰؑ کا قصہ، حضرت آدمؑ کا قصہ اور حضرتا براہیمؑ کا قصہ یہ سب تکرار معنوی کی ہی مثالیں بنتی ہیں۔

تکرار کی اہمیت

نورسی نے تکرار کو بہت ہی اہتمام کے ساتھ ذکر کیا ہے خاص طور پر قرآن کریم میں جو تکرار ہے اُس کو بالخصوص ذکر کیا ہے اور اُن لوگوں کا رد کیا ہے جو اس کو ایک نقص خیال کرتے ہیں۔

جیسا کہ نورسی نے کہا:

قرآن اس دین عظیم کا مؤسس ہے جو اس عالم اسلامی کے لئے ایک اساس ہے، اجتماعیات بشر کے حالات کو تبدیل کرنے والا اور مختلف طبقات بشر کی طرف مکرر سوالات کا جواب ہے لہٰذا مؤسس کے تکرار کا ہونا ضروری ہے تا کہ اُس سے تثبیت اور تقریر حاصل ہو جائے۔ ۲۲ے

نورسی کی اس بات سے تکرار کی اہمیت اُجاگر ہو جاتی ہے کیونکہ قرآن کریم دین متین کی اساس ہے جو ذکر، دعا اور دعوت دینے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو اُن کے سوالات کا جواب بھی دیتا ہے اور اس میں تکرار کا ہونا ان سب چیزوں کو مزید پختہ کرتا ہے۔

ایک اور جگہ نورسی تکرار کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

قرآن کریم کے اعجاز کی انواع میں سے ایک نوع کسی آیت یا کسی ایک قصہ میں تکرار کا ہونا بھی ہے اور وہ مخاطبین میں سے مختلف طبقات کے لئے مختلف معانی کا حامل ہوتا ہے اور قرآن تکرار کا تقاضا بھی کرتا ہے کیونکہ یہ جیسے ذکر اور توحید کی کتاب ہے ویسے ہی دعا اور دعوت کی کتاب بھی ہے اور ان میں سے ہر ایک تکرار کا تقاضا کرتی ہے اور قرآن کریم کی ہر آیت اور قصہ جب وہ مکرر ہو تو وہ نئے معانی اور نئی تعبیرات پر مشتمل ہوتا ہے۔ ۲۳ے

اس بات سے یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ قرآن کریم کے مخاطبین چونکہ مختلف ہیں اور اُن کے سمجھنے کی صلاحیت بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے تو جب قرآن کریم کی کسی آیت یا قصہ کو بار بار ذکر کیا جاتا ہے تو اُس سے ہر بار ایک ہی معنی مُراد نہیں ہوتا بلکہ تکرار کے ساتھ ذکر کرنے میں کوئی جدید معنی اور جدید تعبیر ہی مُراد ہوتی ہے۔

نورسی کے ان اقوال کی روشنی میں قرآن کریم میں تکرار کی اہمیت اور اُس کی ضرورت سے روشنائی حاصل ہوتی ہے کہ قران کریم میں تکرار کا ہونا احسن و ابلغ بھی ہے، تاکید بھی ہے اور اس سے جدید معانی اور مختلف تعبیرات بھی متعارف ہوتے ہیں۔

تکرار کی حکمت

جس طرح حکماء کا کلام حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور بلغاء کے کلام میں تکرار کا ہونا عبث نہیں ہوتا اسی طرح قرآن کریم میں جو تکرار واقع ہوا ہے اس کے کچھ فوائد اور حکمتیں ہیں جن کو علماء نے ذکر کیا ہے اور اسی طرح نورسی نے بھی "رسائل النور" میں قرآن کریم میں تکرار کی حکمتوں کو مختلف مقامات میں ذکر کیا ہے۔

نورسی نے قرآن کریم میں تکرار کی چھ حکمتیں بیان کی ہیں۔

جیسا کہ نورسی نے "المثنوی العربی النوری" میں کہا:

فی بیان لمعۃ الاعجاز فی تکرارات القرآن۔ وفی هذه اللمعة ستة نقط ۲۴۔

"قرآن کے تکرارات میں اعجاز کے لمعہ کے بیان میں اور اس لمعہ میں چھ نقطیں ہیں"

ا۔ تقریر وتاکید

قرآن کریم میں تکرار سے تقریر وتاکید حاصل ہوتی ہے۔

جیسا کہ نورسی نے کہا:

Consider the flashes of miraculousness in its repetitions, which are imagined to be a fault: sice the Quran is both a book of invocation and of prayer and of summons, the repetition in it is desirable, indeed, it is essential and most eloquent.25

ایک اور مقام میں نورسی کہتے ہیں:

التکریر للتقریر فی القرآن الحکیم ۲۶۔

"قرآن حکیم میں تکرار تقریر کے لئے ہے"

ان دونوں اقوال سے معلوم ہوا کہ نورسی اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ قرآن کریم میں تکرار اس لئے ہے تا کہ اُس سے تقریر و تاکید حاصل ہو جائے۔

لیکن یہ نورسی کی کوئی اپنی تحقیق نہیں ہے کہ قرآن کریم میں تکرار اس لئے ہے کہ اُس سے تقریر و تاکید حاصل ہوتی ہے بلکہ علماء نے تکرار کی یہ حکمت بیان کی ہوئی ہے۔

جیسا کہ زرکشی نے ''البرہان فی علوم القرآن'' میں تکرار کی وضاحت میں یہ عنوان باندھا ہے:

التکرار علی وجه التاکید ۲۷۔

اور اسی طرح زرکشی تکرار کا فائدہ بیان کرتے ہیں:

و فائدته العظمی التقریر، و قد قیل: الکلام اذا تکرر تقرر ۲۸۔

''تکرار کا سب سے بڑا فائدہ تقریر ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے: کہ کلام جب مکرر ہو تو وہ مقرر ہو جاتا ہے''

لہٰذا اس حکمت کو نورسی کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا کہ اُنہوں نے اس حکمت کو متعارف کروایا، بلکہ اُن سے پہلے یہ بیان ہو چکی ہے اور علماء میں سے اکثر نے قرآن میں تکرار کی اس حکمت کو ذکر کیا ہوا ہے۔

۲۔ قاریٔ قرآن کی سہولت

نورسی نے قرآن کریم میں تکرار کی ایک حکمت یہ ذکر کی ہے کہ اس سے قرآن کریم کے قاری کے لئے آسانی اور سہولت ہوتی ہے۔

جیسا کہ نورسی نے کہا ہے:

قرآن کریم دواء اور شفاء ہے اور ہر کسی کے لئے ہر وقت مکمل قرآن کی تلاوت ممکن نہیں ہے اسی لئے اللہ تعالی نے مقاصد قرآنیہ کو اکثر سورتوں میں درج کر دیا خاص طور پر لمبی سورتوں میں یہاں تک کہ ہر سورت قرآن صغیر ہوگئی ہر کسی کی سہولت کے لئے تا کہ کوئی بھی محروم نہ ہو جائے اس لئے اللہ تعالی نے توحید، حشر اور موسیٰ کے قصہ کو بار بار ذکر کیا۔ ۲۹۔

جیسا کہ اللہ رب العزت نے تشویق کے لئے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۳۰

بیشک ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے پس کیا کوئی نصیحت ماننے والا ہے؟

نورسی نے اپنی اس بات میں یہ کہا ہے کہ ہر شخص کے لئے پورے قرآن کی تلاوت ہر وقت کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے اللہ رب العزت نے توحید، حشر اور انبیاءؑ کے قصص کو سورتوں میں مکرر ذکر کر دیا تاکہ ہر کسی کے لئے سہولت و آسانی ہو جائے کہ اگر کوئی مکمل قرآن کی تلاوت نہیں کر سکتا تو قرآن صغیر (یہ سورت کو لکھا کہا ہے) کی تلاوت کر لے کیونکہ اس میں وہ شخص اگر کسی ایک سورت کی تلاوت کر لیتا ہے تو اُس میں مقاصد قرآن (توحید، رسالت، عدل، حشر) کا ذکر آجاتا ہے جس سے قرآن کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ نورسی نے دوسری جگہ کہا:

ومن لا یتیسر له الا قراۃ سورۃ قصیرۃ فقط، فمن هذۃ اللمعة الاعجازیة تصیر السورۃ قرآنا تاما لمن قرأها ۳۱

''جس شخص کو قرآن کی صرف چھوٹی سورت پڑھنا آسان ہو، تو قرآن کے اعجاز میں سے ہے کہ اُس کے لئے وہ سورت مکمل قرآن ہی ہوگی''

۳۔ تکرارِ حاجات کی رعایت

قرآن کریم میں تکرار کی ایک حکمت تکرارِ حاجات کی رعایت بھی ہے۔

جیسا کہ نورسی نے کہا:

جیسے انسانی جسم کی حاجات مختلف اوقات میں مختلف ہوتی ہیں ایسے ہی انسان کی معنوی حاجات بھی مختلف اوقات میں مختلف ہوتی ہیں جیسے انسانی جسم کو ہوا کی حاجت ہے ایسے ہر گھڑی اُس کو ''بسم اللہ'' کی بھی حاجت ہے۔ لہٰذا آیات وکلمات کا تکرار احتیاج کے مکرر ہونے پر دلالت ہے، اُس کی شدتِ احتیاج کی طرف اشارہ ہے، احتیاج کی تشویق کے لئے

اور خواہشاتِ حاجات کو معنوی غذا کی طرف تحریک دینے کے لئے ہے۔ ۳۲؎

نورسی نے اس میں قرآن کریم میں تکرار کو انسان کی معنوی حاجات کی غذا قرار دیتے ہوئے اُس کو جسمانی حاجات کی غذا پر قیاس کیا ہے، یعنی جیسے انسان کے جسم کو کھانے پینے اور دیگر اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے ایسے ہی انسان کے معنوی جسم کو بھی غذا کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ ذکر الٰہی ہے اور وہ قرآن کریم کی شکل میں موجود ہے۔ اور جیسے انسانی جسم کی حاجات مکرر ہوتی ہیں اُسی پر قیاس کرتے ہوئے معنوی حاجات بھی مکرر ہوتی ہیں۔

دوسرے مقام پر نورسی کہتے ہیں:

قرآن کریم کا ایک جملہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" یہ قرآن میں ایک سو چودہ مرتبہ آیا ہے، وہ اس لئے کہ یہ حقیقت کبری ہے کہ اللہ نے کائنات کو نور اور روشنیوں سے بھر دیا ہے اور فرش کو عرش کے ساتھ ایک مضبوط رسی سے باندھ دیا ہے۔ لہٰذا ہر کسی کو اس حقیقت کو ہر وقت چھونے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ حاجت روٹی کی طرح یومیہ حاجت نہیں ہے بلکہ ہوا اور روشنی کی طرح کی حاجت ہے جس کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔ ۳۳؎

نورسی اس میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم ایک ایسی حاجت ہے جس کی ہر وقت ضرورت ہے اور تکرار اس لئے ہے تا کہ کوئی بھی شخص اس سے غافل نہ رہے اور ہر لحظہ وہ اپنی ضرورت کو اس سے پورا کرتا رہے اور انسان کو نسیان سے محفوظ رکھنے اور یاددہانی کے لئے قرآن کریم میں تکرار لایا گیا ہے۔

لہٰذا قرآن کریم میں تکرار کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ انسان کی معنوی حاجات مکرر ہوتی ہیں اور اُن کی غذا قرآن کریم سے حاصل ہوتی ہے اسی لئے قرآن کریم میں تکرار موجود ہے۔

۴۔ تثبیتِ اساس

نورسی نے قرآن کریم میں تکرار کی ایک حکمت قرآن کی اساس کو ثابت کرنا بھی بیان کیا ہے۔ جیسا کہ اُس نے کہا:

قرآن اس دین عظیم ومتین، اس کی اساسات اور اس عالم اسلامی کی اساسات کے لئے مؤسس ہے، اجتماعیات بشر کے حالات کو پھیرنے اور پلٹنے والا ہے اور ایسے مؤسس کی تثبیت کے لئے تکرار کا ہونا ضروری ہے جس سے تاکید وتقریر حاصل ہوتی ہے۔ ۳۴؎

نورسی اس میں قرآن کریم میں تکرار کا یہ نقطہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ چونکہ قرآن کریم اس دین عظیم اور عالم اسلامی کے لئے مؤسس ہے تو اُس کو ثابت کرنے کے لئے تکرار کا ہونا ضروری تھا تاکہ تاکید وتقریر حاصل ہو جائے۔ لیکن حقیقت میں یہ الگ نقطہ نہیں بنتا بلکہ پہلے نقطہ ''تقریر وتاکید'' کی فرع بنتی ہے کیونکہ اس نقطہ میں بھی نورسی تاکید وتقریر کو ثابت کر رہے ہیں اور پہلے نقطہ میں بھی اُنہوں نے اسی کو ثابت کیا تھا۔ لہٰذا اس کو قرآن کریم میں تکرار کی الگ حکمت نہیں بنانا چاہیے تھا بلکہ اس کو پہلی حکمت ''تقریر وتاکید'' کے ساتھ ہی بطور فرع ذکر کرنا چاہیے تھا۔

۵۔ متنوع اسالیب

نورسی نے قرآن کریم میں تکرار کی ایک حکمت اس کی وجہ سے اسالیب میں تنوع کا پیدا ہونا بھی بیان کیا ہے۔ جیسا کہ اُس نے کہا:

قرآن بہت عظیم مسائل کو بیان کرتا ہے اور قلوب کو اُن پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے اور دقیق حقائق کو بیان کرتا ہے اور عقول کو اُن کی معرفت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ لہٰذا دلوں میں ان کی تقریر اور افکار عامہ میں ان کی تثبیت کے لئے مختلف صورتوں اور متنوع اسالیب میں تکرار کا ہونا ضروری ہے۔ ۳۵؎

نورسی نے اس نقطہ میں یہ بیان کیا ہے کہ قرآن کریم میں ایسے ایسے عظیم مباحث بیان کیے گئے ہیں کہ جن کی معرفت عقول کے لئے اور اُن پر ایمان لانا قلوب کے لئے اشد ضروری تھا تو اُن کی تثبیت وتقریر کے لئے ان مباحث کو مختلف صورتوں اور اسالیب میں بار بار ذکر کیا گیا اور اس میں حکمت یہ ہے تاکہ قلوب اُن پر ایمان لے آئیں اور عقول کو اُن کی معرفت حاصل ہو جائے

لیکن نورسی نے قرآن کریم میں تکرار کی یہ جو حکمت بیان کی ہے یہ اُنہوں نے حقیقت میں سلف علماء کی حکمت کو ہی نقل کیا ہے یہ اُن کی کوئی اپنی کاوش نہیں ہے۔ جیسا کہ زرکشی نے ''البرہان فی علوم القرآن'' میں قرآن کریم میں تکرار کے فوائد کے ضمن میں اس کے درج ذیل فوائد بیان کیے ہیں:۔

۱۔ تاکید

۲۔ تنبیہ

۳۔ تجدید عہد

۴۔ تعظیم و تہویل

۵۔ وعید و تہدید

۶۔ تعجب

۷۔ تعدد متعلق

۸۔ مبالغہ و تحریص ۳۶؎

یہ سب فوائد جو زرکشی نے بیان کیے ہیں یہ حقیقت میں اسالیب ہی ہیں، لہٰذا اس حکمت کو بھی نورسی کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔

۶۔ فوائد و مقاصد

نورسی نے قرآن کریم میں تکرار کی ایک حکمت یہ نقل کی ہے کہ تکرار سے متعدد فوائد و مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ نورسی نے لکھا ہے:

ہر آیت کے لئے ایک ظاہر و باطن اور ایک حد ہے، اور ہر قصہ کی کچھ وجوہ، احکام، فوائد و مقاصد ہیں ایک مقام پر اُس کو کسی وجہ کے لئے ذکر کیا جاتا ہے اور دوسرے مقام میں دوسری وجہ کے لئے، اور ایک سورت میں کسی مقصد کے لئے اور دوسری سورت میں دوسرے مقصد کے لئے اور اسی طرح دیگر، لہٰذا اس طرز پر یہ تکرار صرف صورتاً ہوگا۔ ۳۷؎

نورسی نے اس میں تکرار کی یہ حکمت بیان کی ہے کہ قرآن میں اگر کوئی آیت یا قصہ مکرر لایا جاتا ہے تو ضروری نہیں ہے کہ اُن سب کا ایک ہی مقصد ہو بلکہ اُس کو متعدد مقامات میں لانے کا مقصد متعدد فوائد اور مقاصد کا حصول ہوتا ہے کہ اگر ایک قصہ مختلف مقامات میں بار بار آیا ہے تو اُس کے متعدد فوائد ہوتے ہیں۔

نورسی نے قرآن میں تکرار کی یہ حکمت جو بیان کی ہے اس سے حقیقت میں وہ انبیاءؑ کے قصص کے مکرر ہونے کے فوائد کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ انبیاءؑ کے قصص تکرار کے ساتھ آنے میں دو فائدے حاصل ہوتے ہیں:

مکررات قرآنیہ میں سے انبیاءؑ کے قصص بھی ہیں، موسیٰؑ کے قصہ کو مکرر لانے کی حکمت موسیٰؑ کے عصا سے حاصل ہونے والے فوائد ہیں اور اسی طرح انبیاءؑ کے قصص کو تکرار کے ساتھ لانے میں ایک حکمت رسالت احمدیہ کا اثبات ہے وہ اس طرح کہ تمام انبیاءؑ کی نبوت کا اظہار رسالت احمدیہ کی حقانیت اور صداقت پر دلیل ہے اس حیثیت سے جو آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کرے گا گویا وہ تمام انبیاءؑ کی نبوت کا انکار کرنے والا ہوگا۔ لہٰذا اس طرح یہ تکرار آپ ﷺ کی رسالت پر بھی دلیل ہے۔ ۳۸

نورسی نے اس میں موسیٰؑ کا قصہ اور قصص انبیاءؑ کے تکرار کے دو فائدے بیان کیے ہیں:۔

۱۔ موسیٰؑ کے عصا کے فوائد

۲۔ نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا اثبات

کیونکہ انبیاءؑ کے قصص آپ ﷺ کی رسالت کے اثبات پر واضح دلیل ہیں لہٰذا جو آپ ﷺ کی رسالت کا منکر ہوگا وہ گویا باقی انبیاءؑ کی نبوت کا بھی منکر ہوگا۔

ان تمام باتوں کی روشنی میں اس بات کا علم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں تکرار کی کچھ حکمتیں ہیں جس کو علماء و مفسرین نے ذکر کیا ہے اور نورسی نے بھی ''رسائل النور'' میں تکرار کی چھ حکمتیں ذکر کی ہیں:۔

۱۔ تقریر وتاکید

۲۔ قاری قرآن کی سہولت

۳۔ تکرارِ حاجات کی رعایت

۴۔ تثبیتِ اساس

۵۔ متنوع اسالیب

۶۔ فوائد ومقاصد

لیکن ان میں سے پہلی حکمت اور پانچویں حکمت یہ نورسی نے نقل کی ہے یہ اُن کی کوئی اپنی انفرادی کاوش نہیں ہے بلکہ اس کو سلف علماء نے اپنی کُتب میں ذکر کیا ہوا ہے اور اسی طرح چوتھی حکمت دراصل پہلی حکمت کی ہی فرع بنتی ہے وہ کوئی الگ سے حکمت نہیں بنتی کیونکہ ان دونوں کا نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ابن منظور، لسان العرب، ج:۵، ص:۳۸۵۱

۲۔ زبیدی، محمد مرتضی الحسینی، تاج العروس من جواہر القاموس، کویت: تراث العربی، ۱۹۶۵ء، ج:۱۴، ص:۳۳

۳۔ راغب اصفہانی، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، بیروت: دار المعرفہ، س:ن، ص:۴۳۸

۴۔ الاسراء:۶

۵۔ الشعراء:۱۰۲

۶۔ البقرہ:۱۶۷

۷۔ زرکشی، بدر الدین محمد بن عبداللہ، البرہان فی علوم القرآن، قاہرہ: دار التراث، ۱۹۸۴ء، ج:۳، ص:۱۰

۸۔ فضل حسن عباس، اعجاز القرآن الکریم، قاہرہ: دار التراث، ۱۹۹۱ء، ص:۲۳۲

۹۔ ایضا، ص:۲۳۳

۱۰۔ ابن عابدین، محمد ابو الخیر آفندی، التقریر فی التکریر، مصر: مکتبہ علوم اللغۃ العربیۃ، س:ن،
ص:۳۶۔۲۶

۱۱۔ ابن قیم جوزیہ، ابوعبداللہ محمد، کتاب الفوائد المشوق الی علوم القرآن وعلم البیان، مصر: مطبعۃ السعادۃ، ۱۳۲۷ھ، ص:۱۱۱

۱۲۔ المدثر:۲۰۔۱۹

۱۳۔ القیامۃ:۳۵۔۳۴

۱۴۔ النبأ:۵۔۴

۱۵۔ التکاثر:۴۔۳

۱۶۔ الشعراء:۹۔۸

۱۷۔ النمل:۶۰

۱۸۔ القمر:۱۷

۱۹۔ الرحمن:۱۳

۲۰ المرسلات:۱۵

۲۱۔ ابن قیم جوزیہ، کتاب الفوائد المشوق الی علوم القرآن وعلم البیان، ص:۱۱۲

۲۲۔ نورسی، المکتوبات، ص:۲۶۸

۲۳۔ نورسی، بدیع الزمان سعید، الشعاعات، احسان قاسم الصالحی (مترجم) قاہرہ: شرکہ سوزلر للنشر، ۱۹۹۳ء، ص:۳۰۵

۲۴۔ نورسی، المثنوی العربی النوری، ص:۷۰

25. Surkan Vahid, Beddiuzzaman Said Nursi Letters, Istanbul:SozlerNesriyat,2008,P:242

۲۶۔ نورسی، المثنوی العربی النوری، ص:۳۲۲

۲۷۔ زرکشی، البرہان فی علوم القرآن، ج:۳، ص:۷

۲۸۔ ایضا، ص:۱۰

۲۹۔ نورسی، المکتوبات، ص:۲۶۸

۳۰۔ القمر:۱۷

۳۱۔ نورسی، المثنوی العربی النوری، ص:۲۰۸

۳۲۔ نورسی، المکتوبات، ص:۲۶۸
۳۳۔ نورسی، الشعاعات، ص:۳۰۶
۳۴۔ نورسی، المثنوی العربی النوری، ص:۱۷
۳۵۔ ایضا
۳۶۔ زرکشی، البرہان فی علوم القرآن، ج:۳، ص:۱۸۔۱۱
۳۷۔ نورسی، المثنوی العربی النوری، ص:۱۷
۳۸۔ نورسی، الشعاعات،، ص:۳۱۷

تفسیر القرآن بذریعہ امثلہ

اللہ رب العزت نے قرآن کریم کو لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل کیا تا کہ لوگ قرآن کریم کی روشنی میں اپنی اصلاح کرتے ہوئے فلاح پاسکیں اسی لئے ہر زمانے میں مفسرین نے قرآن کی تفسیر بیان کی اور اپنے اپنے عہد کی ضروریات وتقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن کی تفسیر میں مختلف اسالیب کو اختیار کیا اسی طرح بدیع الزمان سعید نورسی نے عوام الناس کے ذوق ودلچسپی اور عصر حاضر کی اہمیت کو پرکھتے ہوئے رسائل النور میں قرآن کی تفسیر بذریعہ امثلہ کی ہے تا کہ امثلہ کے ذریعے دقیق مسائل بھی آسانی سے سمجھے جاسکیں اور ادباء وعلماء کے ساتھ ساتھ عوام الناس بھی اس سے مستفید ہوسکیں کیونکہ مثال کا معنی ہے:

تشبیه شیء بشیء فی حکمه[۱]

''ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ حکم میں تشبیہ دینا''

نورسی نے تفسیر القرآن بذریعہ امثلہ بیان کر کے عوام الناس کے لئے ایک دعوتی، وعظی اور اصلاحی اُسلوب اختیار کیا ہے۔ تا کہ عوام الناس کے لئے قرآن سے فہم واصلاح حاصل کرنا آسان سے آسان تر ہو جائے، کیونکہ قرآن کا نزول بھی اسی لئے ہوا ہے تا کہ عوام الناس قرآن کی روشنی میں اپنے اعمال واخلاق اور کردار کی اصلاح کرتے ہوئے معاشرے میں ایک بہترین نمونہ بن جائیں۔

۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' یہ قرآن میں ایک سو چودہ (۱۱۴) بار مذکور ہے اور سورۃ التوبہ کے سوا ہر سورت کی ابتداء ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' سے ہی ہوتی ہے یعنی قرآن کی ابتداء ہی اللہ کے نام مبارک سے ہے اور اس کی اہمیت وفضیلت سمجھنے کے لئے نورسی نے اس کو

درج ذیل مثال کے ساتھ واضح کیا ہے:۔

Someone who makes a journey through the deserts of Arabic has to travel in the name of a tribal chief and enter under his protection, for in this way he may be saved from the assaults of bandits.2

نورسی نے اس میں اللہ رب العزت کے نام کو قبیلے کے سردار کے نام کے ساتھ مماثلت دی ہے اور اس کا فائدہ یہ بتایا ہے کہ جیسے اگر کوئی شخص کسی ویران مقام میں جاتا ہے تو وہ کسی ایسے شخص کا نام استعمال کرتا ہے کہ وہ اس کے نام کے ذریعہ سے لٹیروں اور نقصان دینے والوں سے محفوظ ہو جائے اسی طرح ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کی فضیلت ہے کہ جب اس کو کوئی انسان پڑھتا ہے تو شیطان کے تمام شرور سے اللہ کی پناہ میں آ جاتا ہے اور مصائب وابتلاء سے بچ جاتا ہے اور جو نہیں پڑھتا وہ امن میں نہیں آتا۔ جیسا کہ نورسی نے ان دونوں کو مثال کے ساتھ ایسے واضح کیا ہے:۔

جیسے اگر دو شخص ایسے راستے میں سفر کریں ایک اُن میں سے عاجز ہے اور دوسرا مغرور، عاجز شخص اپنے آپ کو سردار کی طرف منسوب کرتا ہے اور اگر اُس کو راستے میں کوئی لوٹنے والا ملتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تو اس سردار کے نام سے گھوم رہا ہوں تو اُس کا راستہ چھوڑ دیا گیا اور جو مغرور ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو سردار کی طرف منسوب نہیں کرتا تو اُس کو مصائب ومشکلات نے آگھیرا۔ ۳؎

نورسی نے اس مثال میں اس بات کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا کہ اس دنیا میں اگر ہر کام اللہ کے نام کے ساتھ شروع کیا جائے گا تو انسان پریشانیوں ومصیبتوں سے محفوظ رہے گا .ورنہ اُس کو ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور خسارے میں مبتلا ہوگا۔

نورسی نے اس کو جو مثال کے ساتھ سمجھایا ہے یہ اصل میں حدیث مبارکہ کی تائید ہے جو

کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے جو کہ درج ذیل ہے:۔

کل امر ذی بال لا یبدأ فیه ب "بسم اللہ الرحمن الرحیم" اقطع[۴]۔

ہر وہ کام جس کی ابتداء بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ نہ ہو اُس میں برکت نہیں رہتی۔

نورسی نے اس حدیث کو اپنے الفاظ میں مثال کے ساتھ واضح کیا ہے۔

۲۔ اعجاز القرآن

قرآن کی کوئی ایک سورت کی مثل بھی کوئی انسان نہیں لا سکتا تا کہ قرآن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ بن سکے۔ نورسی نے اس کو مثال کی صورت میں ایسے بیان کیا ہے:۔

انسان قیام وقعود پر قادر ہے لیکن اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی شخص کو بطور اظہار معجزہ کے یہ کہیں کہ تم قیام نہیں کر سکتے اور فعلی طور پر بھی وہ شخص قیام نہ کر سکے تو یہ معجزہ واقع ہوگا۔ ۵۔

نورسی نے اس مثال میں معجزہ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ انسان جن چیزوں پر قادر ہے اور جو اس کی استطاعت واختیار میں ہیں اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کو یہ فرمائیں کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ تم اس بات پر قوت وطاقت رکھنے کے باوجود عاجز آ جاؤ گے اور ایسا ہرگز نہ کر سکو گے تو یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہو جائے گا۔

۳۔ نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نورسی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کر کے ہدایت پانے والے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کو ترک کرنے والوں کو درج ذیل مثال میں بیان کیا ہے:۔

جیسے ایک بہت بڑا محل ہو اور اُس میں ایک بڑا روشنی کا چراغ ہو، اور اُس کی روشنی سے دیگر چھوٹے چراغ روشنی حاصل کر رہے ہوں اور چھوٹے چراغ یہ اپنے اپنے مقامات میں رکھے ہوئے ہیں تا کہ اُن کا بڑے چراغ کے ساتھ ربط قائم رہے تو اگر اُس بڑے چراغ کی روشنی ختم ہوگی تو دوسری تمام منازل میں تاریکی چھا جائے گی اور وہاں وحشت طاری ہو جائے گی۔

۶۔

نورسی نے اس مثال میں مسلمان کو "محل" کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور بڑا چراغ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کو قرار دیا ہے جو مسلمان کے دل میں موجود ہے کہ اُس سے انسان کے دیگر اعضاء (چھوٹے چراغ) روشنی حاصل کرتے ہیں اور اگر انسان نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھلا دیا تو یہ چراغ بُجھ جائے گا اور ایمان اُس کے دل سے نکل جائے گا اور اُس کے باقی اعضاء بھی اس کی روشنی سے جو مستفید ہوتے تھے وہ بھی اس سے محروم ہو جائیں گیں اور اُس کے دل میں وحشت وتاریکی جگہ پکڑ لے گی اور نا کام ونامُراد ہو جائے گا۔

الغرض جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں چلتا ہے اُس کا دل روشن ہے اور اُس کے اعضاء بھی روشن ہیں کیونکہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے روشنی حاصل کر رہا ہے اور جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع نہیں کرتا تو اُس کے دل سے ایمان ہی نکل جاتا ہے اور اُس کو کہیں سے بھی نور وروشنی نہیں ملتی اور تاریکی میں ہی رہتا ہے جس کے نتیجے میں وہ کونین میں خائب وخاسر ہو جاتا ہے۔

۴۔فضائل صحابہؓ

نورسی نے حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ کی فضلیت میں کمی وزیادتی کو درج ذیل مثال کے ساتھ واضح کیا ہے:۔

جیسے ایک آدمی نے اپنی میراث اور اپنا مال اپنی اولاد میں اس طرح تقسیم کیا ہو کہ اُن میں سے ایک کو بیس رطل چاندی اور چار رطل سونا دیا ہو، اور دوسرے کو پانچ رطل چاندی اور پانچ رطل سونا دیا ہو، اور تیسرے کو تین رطل چاندی اور پانچ رطل سونا دیا ہو، آخری دو کو اگرچہ پہلے کی نسبت مقدار میں کم ملا ہے لیکن اُن کو اعلیٰ نوع کا ملا ہے۔ ے

نورسی نے اس مثال میں یہ بتایا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو مقدار میں اگرچہ حضرت علیؓ سے کم ملا ہے لیکن اُن کو حضرت علیؓ سے افضل حصہ ملا ہے کیونکہ حضرت علیؓ کو علم وشجاعت اور قربت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو رُتبہ حاصل تھا ان کی وجہ سے حضرت علیؓ کو زیادہ مقدار

میں حصہ ملا اور شیخین ؓ کو اگر چہ اس کا حصہ نہیں ملا لیکن اُن کا رتبہ اس سے بڑھ کر تھا اس لئے اُن کو اعلیٰ معیار اور مقام حاصل ہوا۔

۵۔ نماز

نماز کی قرآن وحدیث میں بہت ہی اہمیت وفضیلت موجود ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَر ۸؎

''یقینا نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے''

اور حدیث مبارکہ میں بھی حضرت عمرؓ سے مروی ہے:

الصلوۃ عماد الدین ۹؎

''نماز دین کا ستون ہے''

نورسی نے نماز پڑھنے والے کی اہمیت وفضیلت اور نماز نہ پڑھنے والے کی غفلت اور سُستی کو سمجھانے کے لئے درج ذیل مثال کو بیان کیا ہے:۔

جیسے ایک بادشاہ نے ایک دن اپنے دو خادموں کو چوبیس سونے کے سکے دیتے ہوئے کہا کہ تم نے فلاں باغ میں پہنچنا ہے جو یہاں سے دو مہینے کی مسافت پر ہے اور ان چوبیس سونے کے سکوں کو اپنے سفر کے ٹکٹ اور دیگر ضروریات سفر میں خرچ کرنا ہے، اور وہاں سے ایک دن کی دوری پر مسافروں کے لئے ایک اسٹیشن ہے جس میں نقل وحرکت کی سب انواع کی گاڑیاں جیسے کشتی، کار، ٹرین اور ہوائی جہاز موجود ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی الگ الگ قیمت مقرر ہے۔ تو اُن میں سے ایک خادم نیک بخت اور عقل مند ہوتا ہے اور وہ اُس اسٹیشن تک پہنچنے سے پہلے اپنے مال کو نفع بخش تجارت میں صرف کر دیتا ہے اور اُس کا رأس المال ایک سے لے کر ہزار گنا تک بڑھ جاتا ہے، اور دوسرا اپنی بیوقوفی اور بدبختی کی وجہ سے اپنے مال میں سے تئیس سونے کے سکے لہو ولعب اور جوئے میں ضائع کر دیتا ہے اور اُس کے پاس صرف

ایک سکّہ ہی بچتا ہے اور اُس کا ساتھی اُس کو سمجھاتا ہے کہ تم اس ایک سونے کے سکے سے سفر کا ٹکٹ خرید لو ہمارا مالک بہت ہی غفور ورحیم ہے وہ تمہیں معاف کردے گا ورنہ یہ دو مہینے کا طویل سفر تمہیں پیدل طے کرنا پڑے گا اور اس میں تمہیں بھوک اور دیگر تکالیف سے گزرنا پڑے گا۔ لیکن وہ بدبخت اُس کو بھی اپنی شہوت ولذت کی تکمیل میں ہی خرچ کر دیتا ہے اور وہ خائب وخاسر ہوجاتا ہے۔ ۱۰؎

نورسی نے اس تمثیلی حکایت میں نماز کو قائم کرنے والے اور نماز کو ترک کرنے والے دونوں کو ذکر کیا ہے اور اس کی وضاحت اُنہوں نے ایسے کی ہے:۔

۱۔ حاکم وبادشاہ سے مُراد اللہ رب العزت ہیں۔

۲۔ دو خادم جو مسافر ہیں اُن میں سے پہلا وہ ہے جو نماز کو قائم کرتا ہے اور دوسرا وہ ہے جو نماز سے غافل رہتا ہے۔

۳۔ سونے کے چوبیس سکوں سے مراد دنیا کے ہر دن کے چوبیس گھنٹے ہیں۔

۴۔ باغ سے مراد جنت ہے۔

۵۔ اسٹیشن سے مراد قبر ہے۔

۶۔ طویل سفر سے مراد وہ سفر ہے جو تمام انسانوں نے قبر وحشر کی طرف اور دارالخلود کی طرف کرنا ہے اور پھر ان کو طے کرنے والوں کے مختلف درجات ہوں گیں کچھ جلد اور کچھ دیر سے اس کو مکمل کریں گیں۔

۷۔ ٹکٹ سے مراد ایک گھنٹہ ہے جس میں ایک دن کی پانچوں نمازیں قائم ہوجاتی ہیں۔

۸۔ تیئیس سکے جو لہوولعب میں خرچ کیے تھے اُس سے مراد دنیا کے روزانہ کے تیئیس گھنٹے ہیں جو دنیا کی عیش وعشرت میں خرچ کیے ہیں۔ ۱۱؎

نورسی نے اس تمثیلی حکایت میں نماز کو قائم کرنے والے اور نماز کو قضاء کرنے والوں کو ایک بہت ہی عمدہ انداز میں بیان کیا ہے جس سے اس کو عصر حاضر کی روشنی میں سمجھنا آسان اور

قابل فہم ہے کیونکہ اس میں نورسی نے نماز کے بارے میں یہ کہا ہے کہ دن کی پانچوں نمازیں صرف ایک گھنٹہ میں ادا ہو جاتی ہیں تو وہ بہت بد بخت ہی ہو گا جو چوبیس گھنٹوں میں سے ایک گھنٹہ دین کے ستون ''نماز'' کے لئے نہ نکال سکے اور جنت حاصل نہ کر سکے۔

۶۔ بدعت

بدعت کی دو تعریفیں کی جاتی ہیں:

۱۔ بدعت لغوی

۲۔ بدعت شرعی

بدعت لغوی

بدعت لغوی سے مراد کوئی ایسی نئی چیز بنانا جو پہلے موجود نہ ہو۔ ۱۲۔

جیسا کہ قرآن میں اس کا ذکر ہے:

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۱۳۔

''وہ زمین و آسمان کا ابتدأ پیدا کرنے والا ہے''

یعنی ہر وہ چیز جس کا پہلے وجود نہ ہو یا کوئی ایسا عمل جو پہلے نہ کیا جاتا ہو اُس کو بعد میں کیا جائے تو وہ بدعت لغوی کہلاتا ہے۔

بدعت شرعی

بدعت شرعی کی تعریف یہ کی جاتی ہے:۔

ھی الامر المحدث الذی لم یکن علیہ الصحابۃ والتابعون ولم یکن مما اقتضاہ الدلیل الشرعی ۱۴۔

''بدعت سے مراد ایسا جدید کام ہے جو صحابہ اور تابعین نے نہ کیا ہو اور نہ ہی دلیل شرعی اُس کا تقاضا کرتی ہو''

نورسی نے بدعت کی وضاحت بھی درج ذیل مثال کے ساتھ کی ہے:۔

جیسے اگر کسی جانور کی کھال کھینچ دی جائے یا کسی پھل کا غلاف اُتار لیا جائے تو وقتی طور پر تو اُس کا گوشت اور پھل ظاہر ہو جائے گا لیکن کچھ ہی دیر بعد وہ گوشت اور پھل سیاہ ہو جائے گا اور وہ دونوں ملوث ہو کر تعفن پھیلانے لگ جائیں گیں۔۱۵؎

نورسی نے اس مثال میں بدعت کے بارے میں کہا ہے کہ بدعت دیکھنے میں تو بہت خوبصورت لگتی ہے لیکن کچھ ہی دیر بعد اُس کی خوبصورتی بدصورتی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور وہ نقصان دہ ہو جاتی ہے۔نورسی نے اس مثال کو حدیث کی روشنی میں ذکر کیا ہے۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے خطبہ میں یہ ارشاد فرماتے تھے:۔

کل بدعة ضلالة ۱۶؎

''ہر بدعت گمراہی ہے''

نورسی نے اسی حدیث کی وضاحت اپنی مثال میں ذکر کر دی ہے کہ بدعت کا انجام بالآخر بُرا ہی ہوتا ہے اور یہ نقصان دہ ہی ہوتی ہے۔

۷۔شعوب وقبائل

اللہ رب العزت نے انسانوں کی مختلف جماعتیں و قبیلے بنائیں تا کہ ان کے درمیان آپس میں تعارف وتعاون ممکن ہو سکے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:۔

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۱۷؎

''اے لوگو: ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو تمہاری جماعتیں اور قبیلے بنا دیئے ہیں''

نورسی نے درج ذیل مثال کے ساتھ اس کو ایسے بیان کیا ہے:۔

جیسے اللہ تعالی نے اسلامی لشکر کو تقسیم کیا ہے مختلف جماعتوں میں ،مختلف افواج میں ،مختلف

جھنڈوں میں، مختلف سرایا میں اور مختلف فصلوں میں تا کہ ہر فوجی اپنی ذمہ داریوں کو پہچان لے اور اس لشکر کے ہر فرد کے لئے پُر ہجوم دشمنوں کے سامنے بھی اپنی جماعت کے تعاون میں کوئی دقت پیش نہ آئے اگر ایسا نہیں ہوگا تو فوجیوں کے درمیان آپس میں ہی جھگڑا ہو جائے گا اور دو جماعتوں اور سرایا میں تضاد واقع ہوگا۔ ۱۸؎

نورسی نے اس مثال میں وضاحت کے ساتھ سمجھا دیا کہ اللہ رب العزت نے یہ قبائل و ذات پات کا جو نظام بیان ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ جیسے جنگ کے دوران امیر لشکر اپنی افواج کے کچھ گروہ و جماعتیں بنا دیتا ہے تا کہ میدانِ جنگ میں دشمنوں کے سامنے اُن کو اپنے افراد کو پہچاننے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے اور وہ آسانی سے اپنے افراد کی مدد وتعاون کر سکیں اسی طرح مختلف قبائل و جماعتیں بنا دی گئیں تا کہ اپنی جماعت کے لوگوں کو پہچاننا اور اُن کی مدد کرنے میں آسانی رہے کوئی مسئلہ درپیش نہ ہو۔

۸۔ انسان

انسان تمام مخلوقات میں سے افضل ترین مخلوق ہے جس کے بارے میں قرآن کریم میں کہا گیا ہے:۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْم ۱۹؎

''یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے''

اللہ رب العزت نے انسان کو سب سے خوبصورت بنایا ہے کہ اُس سے زیادہ خوبصورت کوئی دوسری مخلوق نہیں پیدا کی جیسا کہ آیت بالا میں اللہ نے فرمایا ہے۔

نورسی نے اس کو درج ذیل مثال میں ایسے بیان کیا ہے:۔

جیسے جب تم کسی خوبصورت محل نما عمارت کو دیکھو کہ اُس کو بہت ہی نایاب جواہرات سے بنایا گیا ہو اور تعمیر کے وقت وہ جواہرات وہاں موجود نہیں تھے بلکہ بعض جواہرات چین میں تھے، بعض اندلس میں، بعض یمن میں اور بعض شام میں۔ اور جب تم نے عمارت کو دیکھا تو

بہت ہی حسین شکل میں مکمل ہوگئی اور پھر اس کے لئے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب سے خوبصورت پتھر لا کر لگائے گئے تو اب کیا تیرے دل میں کوئی شک باقی رہے گا کہ کرۂ ارض میں اس محل کی عمارت نے اپنی برتری و سیادت کو پھیلا دیا ہے؟ اسی عمارت کی طرح انسان بھی خوبصورت ترین ہے کہ اُس کے مادے میں بعض کو عالم ارواح سے، کچھ عالم ہواء سے، کچھ عالم نور سے اور کچھ عالم عناصر سے لیا گیا ہے۔ اور جیسے اس کی ضروریات ابد تک کی ہیں اور اس کی امیدیں زمین و آسمان جتنی لمبی ہیں اور دنیا و آخرت کے طبقات میں اس کے تعلقات و روابط کو قائم کر دیا گیا۔ ۲۰

نورسی نے اس مثال میں انسان کو ایک خوبصورت عمارت کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جیسے ایک خوبصورت عمارت کے لئے نایاب جواہرات کو دنیا کے مختلف ممالک سے لایا جاتا ہے اسی طرح انسان کا مادہ بھی مختلف عوالم سے لیا گیا ہے تاکہ اس کی اہمیت و خوبصورتی میں کوئی کمی واقع نہ ہو اور یہ تمام عمارتوں یعنی مخلوقات میں افضل ترین شمار ہو اور اسی وجہ سے انسان کو اللہ رب العزت نے سب سے خوبصورت بنایا ہے۔

بدیع الزمان سعید نورسی نے قرآن کریم میں بیان کردہ احکامات کو امثلہ کے ذریعے وضاحت کی ہے کیونکہ مثال کے ذریعہ بات سمجھنا اور سمجھانا آسان ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بھی اسی مقصد کے لئے بعض اعلیٰ عقلی مفاہیم کو مثالوں کے ذریعہ بیان فرماتے ہیں تاکہ عام لوگ ان مفاہیم کو اپنے فہم و ادراک کے مطابق سمجھ سکیں۔

جیسا کہ ارشاد باری ہے:۔

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ۲۱

''ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان فرما رہے ہیں، انہیں صرف علم والے ہی جانتے ہیں''

نورسی بھی اسی مقصد و حکمت کو بروئے کار لاتے ہوئے ''رسائل النور'' میں قرآن کریم کے بہت سے مضامین کو اپنی امثلہ کے ساتھ وضاحت کرتے ہیں تاکہ ان کو عام آدمی کے لئے

قابل فہم بنایا جا سکے اور عوام الناس کے قلوب میں وعظ و نصیحت کر کے خشیت الٰہی پیدا کیا جا سکے۔

نورسی نے ''رسائل النور'' میں عصر حاضر کی روشنی میں نہایت عمدہ اور دل نشین امثلہ کو پیش کیا ہے جو کہ قلوب کو خشیتِ الٰہی کے ساتھ ساتھ اذہان کو معرفتِ الٰہی سے روشناس کرواتی ہیں اور نورسی نے جو امثلہ بیان کی ہیں وہ قرآن وحدیث کے مفاہیم کے عین مطابق ہیں اُن سے قرآن وحدیث کے مفاہیم میں کوئی تبدیلی یا خرابی نہیں ہوتی اور اسی لئے نورسی نے ان امثلہ کو بیان کرتے وقت قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کو بطور استشہاد ذکر بھی کیا ہے تا کہ عوام الناس کے لئے قرآن فہمی کو آسان بنایا جا سکے کیونکہ امثلہ کے ذریعہ قرآن کی تفسیر کرنے سے اُس کی فہم میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن، قاہرہ: مکتبہ وہبہ، س:ن، ص:۲۷۶

۲۴۔ نورسی، المثنوی العربی النوری، ص:۷۰

2. Surkan Vahid, The Words, Istanbul:Sozler Nesriyat,2008,P:13

۳۔ ایضا، ص:۷۔۶

۴۔ خطیب بغدادی، احمد بن علی ثابت، الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع، بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۹۹۶ء،
کتاب اتخاذ المستملی، باب: مایبتدی بہ المستملی من القول، رقم الحدیث: ۱۲۳۲

۵۔ نورسی، المکتوبات، ص:۲۴۶

۶۔ نورسی، الکلمات، ص:۴۱۷

۷۔ نورسی، اللمعات، ص:۳۶

۸۔ العنکبوت: ۴۵

۹۔ بیہقی، ابوبکر احمد بن حسین، الجامع لشعب الایمان، قاہرہ: مکتبۃ الرشد، ۲۰۰۳ء، باب فی الصلوۃ، رقم الحدیث: ۲۵۵۰

۱۰۔ نورسی، الکلمات، ص: ۱۷۔۱۶

۱۱۔ ایضا، ص: ۱۸۔۱۷

۱۲۔ فراہیدی، کتاب العین، ج: ۱، ص: ۱۲۱

۱۳۔ البقرہ: ۱۱۷

۱۴۔ جرجانی، معجم التعریفات، ص: ۴۰

۱۵۔ نورسی، المکتوبات، ص: ۵۱۰

۱۶۔ قشیری، مسلم بن حجاج، المسند الصحیح المختصر من السنن بنقل العدل عن العدل عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۱ء، کتاب الجمعۃ، باب: تخفیف الصلاۃ والخطبہ، رقم الحدیث: ۸۶۷

۱۷۔ الحجرات: ۱۳

۱۸۔ نورسی، المکتوبات، ص: ۴۱۳

۱۹۔ التین: ۴

۲۰۔ نورسی،، اللمعات، ص: ۲۰۵

۲۱۔ العنکبوت: ۴۳

باب سوم

سعید نورسی کے افکار کی روشنی میں مقاصدِ قرآن کا بیان

ائمہ ونورسی کے اقوال کی روشنی میں مقاصدِ قرآن کا مفہوم

قرآن کریم کی فہم رکھنے والے اور اس کی تفسیر کرنے والے کے لئے اشد ضروری ہے کہ وہ مقاصدِ قرآن سے بھی آگاہی حاصل کرے کیونکہ قرآن ایسے اوصاف کا حامل ہے کہ قراءت قرآن، فہم قران اور تفسیر قرآن کے اعتبار سے مقاصد کا جاننا طالب قرآن کیلئے لازم ہے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَّأْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ ۱۔

"آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلان کردیں کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کی مثل لانا ناممکن ہے"

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

كِتٰبٌ "اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ۲۔

"جس کی آیات حکم والی ہیں"

جب قرآن ایسی صفات کا حامل ہے تو اس کے مقاصد کا جاننا بہت اہم اور ضروری ہے کیونکہ جیسے ہر سبب کسی مسبب سے صادر ہوتا ہے اور ہر امر کے لئے کوئی علت اور غایت ہوتی ہے بالکل اسی طرح قرآن اور شریعت کے بھی مقاصد ہیں۔

مقاصد کی لغوی تعریف

مقاصد یہ مقصد کی جمع ہے اور مقصد یہ مصدر میمی ہے جو قصد سے مشتق ہے اور لغات میں قصد کو مختلف معانی کے لئے استعمال کیا گیا ہے:

۱۔ اعتماد، توجہ اور صراط مستقیم ۳۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ ۴؎

''درمیانی راہ اللہ کی طرف پہنچنے والی ہے اور ٹیڑھی راہیں ہیں''

۲۔ خلاف افراط یعنی اعتدال ومیانہ روی ۵؎

جیسا کہ قرآن میں بھی ہے:

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْيِكَ ۶؎

''اپنی رفتار میں میانہ روی کر''

مقاصد شریعت

شریعت کے مقاصد سعادت دارین، مصالح کو حاصل کرنا اور دنیا و آخرت میں مفاسد کا دور کرنا ہے۔ ۷؎

اس کی پھر تین اقسام ہیں:

۱۔ ضروریات

۲۔ حاجیات

۳۔ تحسینات

۱۔ضروریات

مقاصدِ ضروریات کہتے ہیں کہ مصالح دارین کو قائم کرنا اور وہ پانچ ہیں:

۱۔ حفظِ نفس

۲۔ حفظِ عقل

۳۔ حفظِ دین

۴۔ حفظِ نسل

۵۔ حفظِ مال

۲۔حاجیات

تنگی، مشقت اور حرج کو ختم کرنے کے لئے مکلف کو رخصت دینے کو مقاصد حاجیات کہتے ہیں اور اس کا تعلق چار اقسام کے ساتھ ہے:

۱۔ عبادات ۲۔ عادات

۳۔ معاملات ۴۔ جنایات

۳۔ تحسینات

مقاصد تحسینات تنگی یا مشقت کو ختم کرنے کے لئے نہیں بلکہ مکارم اخلاق اور حُسن کو پیدا کرنا ہے اور اس کا تعلق دو اقسام کے ساتھ ہے:

۱۔ عبادات

۲۔ معاملات ۸؎

مقاصد قرآن

علماء کرام نے جس طرح مقاصد شریعت کو ذکر کیا اسی طرح اُنہوں نے مقاصد قرآن کو بھی بالتفصیل اہتمام کے ساتھ بیان کیا ہے۔

مقاصدِ قرآن میں اقوالِ علماء

مقاصدِ قرآن کو علماء نے کافی بیان کیا ہے کیونکہ اُنہوں نے فہمِ قرآن اور تفسیر قرآن کے اعتبار سے اس کی اہمیت کو اُجاگر کرتے ہوئے ان مقاصد کو بیان کیا ہے۔ان میں سے مشاہیر اقوال درج ذیل ہیں:

۱۔ابو حامد غزالیؒ (۴۵۰ھ۔۔۔۵۰۵ھ)

امام غزالیؒ (۱) نے قرآن کا مقصد اقصیٰ بندوں کو جبار اعلیٰ کی طرف دعوت کو قرار دیا ہے

۱۔ حجۃ الاسلام محمد بن محمد خراسان کے شہر طابران میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات ہوئی، آپ فلسفی اور صوفی بھی تھے، آپ نے تقریباً تمام فنون میں دوسو کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے احیاء علوم الدین، جواہر القرآن، الوجیز، میزان العمل، عقیدہ اہل السنۃ، یاقوت التاویل فی تفسیر التنزیل ہیں، (ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج:۳، ص:۳۶۷۶)

کیونکہ وہی اول وآخر کا رب ہے اور وہی زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا ہے۔اور اسی وجہ سے قرآنی سورتوں وآیات کا انحصار چھ اقسام پر ہے ان میں سے تین اصول مہمہ ہیں اور تین توابع متمہ ہیں:

اصول مہمہ

تین اصول مہمہ یہ ہیں:

۱۔ مدعوالیہ کی معرفت (معرفت الٰہی)

۲۔ صراط مستقیم کی معرفت جس کو لازم پکڑ کر مدعوالیہ تک پہنچا جا سکے (اعمال صالحہ)

۳۔ مدعوالیہ کے پاس پہنچنے کے بعد کے حال کی معرفت (جنت وانعامات)

توابع ومتمہ

توابع متمہ بھی تین ہیں:

۱۔ دعوت قبول کرنے والوں کے احوال کی معرفت تاکہ اُس سے تشویق ورغبت حاصل ہو سکے

۲۔ منکرین کے احوال، جہالت کی وجہ سے جھگڑا، باطل کو پھیلانا اور حق سے نفرت دلانے کے مقصد کی معرفت

۳۔ منزل مقصود کی عمارت، اُس کے لئے توشہ کی کیفیت اور اُس کی تیاری کی معرفت ۹؎

پھر امام غزالیؒ نے ان مقاصد کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ان کی دس انواع کو بیان کیا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ذات کا ذکر

۲۔ صفات کا ذکر

۳۔ افعال کا ذکر

۴۔ معاد کا ذکر

۵۔ صراط مستقیم کا ذکر

۶۔ اولیاء کے احوال کا ذکر

۷۔ معاندین کے احوال کا ذکر

۸۔ کفار کے جھگڑے کا ذکر

۹۔ حدود کا ذکر

۱۰۔ احکام کا ذکر [10]

امام غزالیؒ نے قرآن کا مقصد معرفت الٰہی کو قرار دیا ہے اور قرآن کو معرفت الٰہی کی دعوت دینے والا قرار دیا ہے کہ قرآن صرف اور صرف بندوں کو اپنے رب کی طرف دعوت دے رہا ہے اور دعوت قبول کرنے والوں کے حالات بتارہا ہے تاکہ ان سے لوگ اللہ ربّ العزت کی طرف رغبت کرتے ہوئے صراط مستقیم پر گامزن ہو جائیں اور قرآن جاحدین و منکرین کا تذکرہ بھی کرتا ہے تاکہ لوگ ان سے عبرت حاصل کرتے ہوئے گمراہ و بھٹکانے والے راستے سے اجتناب کریں اور جنت نعیم کی منزل کو اپنا مسکنِ مستقر بنالیں۔

۲۔ فخر الدین رازیؒ (۵۴۳ھ ۔۔۔ ۶۰۶ھ)

امام رازیؒ (۱) نے مقاصد قرآن کو اس طرح بیان کیا ہے کہ قرآن کا مدار چار مسائل پر منحصر ہے اور وہی مقاصد قرآن کہلاتے ہیں:

۱۔ الٰہیات

۲۔ نبوات

۳۔ معاد

۴۔ قضاء و قدر [11]

امام رازیؒ کے نزدیک پورے قرآن کے مقاصد انہی چار مسائل میں موجود ہیں۔

۱۔ محمد بن عمر بن حسن قریش کے قبیلہ بنو تمیم سے تعلق تھا، آپ اشاعرہ کی حمایت اور فلاسفہ و معتزلہ کا رد کرتے تھے، آپ کی تصنیف کردہ تفسیر مفاتیح الغیب بہت مشہور ہے۔ retrieved on 22-06-14 http://ar.wikipedia.org/wiki/فخر_الدين_الرازي

۲۔ابواسحاق شاطبیؒ (متوفی ۷۹۰ھ/۱۳۸۸ء)

امام شاطبیؒ(۱) نے قرآن کے مقاصد کو کچھ اس انداز سے بیان کیا ہے۔

قرآن کے مقاصد اولاً تین اجناس پر منحصر ہیں:

جنس اول:

متوجہ الیہ (جس کی طرف متوجہ ہونا ہے) کی معرفت

جنس دوم:

توجہ کی کیفیت کی معرفت

جنس سوم:

بندے کے انجام کی معرفت

ان تینوں اجناس کا مقصد اصلی ایک ہی ہے ''اللہ کی عبادت'' ۱۲۔

جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْن ۱۳۔

میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کرتے رہیں۔

کیونکہ عبادت الٰہی ہی انسان کی زندگی کا مقصد اصلی ہے تو یہی سب سے اعلیٰ مقصد ہے۔

ان اجناس کو درج ذیل تین اقسام میں بھی بند کیا جا سکتا ہے:

۱۔ وحدانیت

۲۔ عبادت

۳۔ بعثت

پھر ان اجناس کی امام شاطبیؒ نے الگ سے تفصیل بھی بیان کی ہے۔

۱۔ مشہور محدث، فقیہ اور جامع العلوم تھے جنہیں مجدد اسلام میں بھی شمار کیا جاتا ہے، آپ کی مشہور تصانیف الموافقات، کتاب المجالس الاعتصام اور اصول النحو ہیں retrieved on 22-06-14 http://ar.wikipedia.org/wiki/ابو_اسحاق_شاطبی

جنس اول

اللہ ربُّ العزت کی معرفت حاصل کرنا یعنی اللہ رب العزت کی ذات، صفات اور افعال کی معرفت حاصل کرنا، افعال کے ذیل میں نبوت بھی آجاتی ہے کیونکہ وہ ہی بندے اور معبود کے درمیان واسطہ بنتا ہے۔

جنس دوم

عبادت کی کیفیت کی معرفت حاصل کرنا یعنی عبادات کی انواع کو جاننا جس میں بہت انواع شامل ہیں جیسے معاملات، عادات، فرائض، واجبات، امر بالمعروف ونہی عن المنکر

جنس سوم

بندے کے انجام کی معرفت یعنی بعثت کی معرفت حاصل کرنا اس میں تین چیزیں آتی ہیں:

۱۔ موت اور اُس کے متعلقات کی معرفت

۲۔ قیامت اور اُس کے احوال کی معرفت

۳۔ اپنے مستقل قیام کی معرفت

یہ جنس ترغیب وترہیب سے مکمل ہوتی ہے کیونکہ اس میں نجات پانے والے اور ہلاکت میں مبتلا ہونے والوں کے احوال سے واقفیت حاصل کرنا ہے۔[۱۴]

جب بندہ ان اجناس کی معرفت حاصل کرتا ہے تو پھر ایسے اعمال انجام دیتا ہے جو اُس کی مغفرت کا باعث بنتے ہیں نہ کہ ایسے اعمال جو اُس کی ہلاکت کا باعث بنیں۔

۴۔ محمد رشید رضاؒ (۱۸۶۵ء۔۔۔۱۹۳۵ء)

محمد رشید رضاؒ (۱) نے ''الوحی المحمدی'' میں مقاصد قرآن کو بہت اہتمام کے ساتھ

۱۔ لبنان کے شہر قلمون میں پیدا ہوئے، لغت عربیہ، منطق۔ ریاضیات اور فلسفہ میں دسترس تھی، آپ کی مشہور تصانیف تفسیر منار، الوحی المحمدی، مجلۃ المنار، السنۃ والشیعہ ہیں retrieved on 22-06-14 http://ar.wikipedia.org/wiki/محمد۔رشید۔رضا

تفصیلاً ذکر کیا ہے اور ان کے نزدیک مقاصد قرآن دس ہیں:

مقصد اول:

دین کے ارکان ثلاثہ کی حقیقت کو بیان کرنا ہے اور ارکان ثلاثہ درج ذیل ہیں:

۱۔ توحید

۲۔ بعثت وجزا

۳۔ اعمال صالحہ

مقصد ثانی:

نبوت ورسالت اور رُسل کے وظائف کو بیان کرنا

مقصد ثالث:

انفرادی، اجتماعی اور قوم کی حیثیت سے انسان کے کامل ہونے کو بیان کرنا

اور نفسِ انسان کا کمال درج ذیل علوم سے ہوگا:

۱۔ دینِ اسلام کو فطرتِ سلیمہ کی حیثیت سے بیان کرنا

۲۔ عقل وفکر

۳۔ علم وحکمت

۴۔ برہان وحجت

۵۔ ضمیر ووجدان

۶۔ حریت واستقلال

مقصد رابع:

وحدات ثمانیہ کے ذریعے انسان کی اجتماعی، سیاسی اور وطنی اصلاح کو بیان کرنا

وحدات ثمانیہ درج ذیل ہیں:

۱۔ وحدت اُمت

۲۔ وحدت جنس بشری

۳۔ وحدت دین

۴۔ وحدت تشریع بالمساوات فی العدل

۵۔ وحدت الاخوۃ الروحیۃ والمساوات فی التعبد

۶۔ وحدت جنسیۃ السیاسیۃ الدولیۃ

۷۔ وحدت قضاء

۸۔ وحدت لغت

مقصد خامس:

واجبات ومحظورات میں اسلام کی خوبیوں کو بیان کرنا

مقصد سادس:

اسلام کی سیاسی حکومت کی حکمت کو بیان کرنا اور اُس کی نوع، بنیاد اور اُصول کو ذکر کرنا

مقصد سابع:

اصلاح مالی کو بیان کرنا

مقصد ثامن:

جنگی حالات کی اصلاح اور اُن کے مفاسدات کو دفع کرنے کو بیان کرنا

مقصد تاسع:

عورتوں کو انسانیت، دینیت اور شہریت کے تمام حقوق عطا کرنے کا بیان

مقصد عاشر:

اسلام میں غلاموں کو آزاد کرنے کا بیان ۱۵؎

محمد رشید رضاؒ نے اگر چہ مقاصد قرآن کو اہتمام کے ساتھ ذکر کیا ہے لیکن اس کو اُنہوں

نے بہت طول دے دیا اور ان میں اختصار کو اختیار نہیں کیا بلکہ اُنہوں نے ان مقاصد کو یکجا کرنے کی بجائے الگ الگ کر دیا۔

۵۔ زرقانیؒ (متوفی ۱۳۶۷ھ)

عبدالعظیم زرقانیؒ نے ''مناہل العرفان'' میں مقاصد قرآن کے متعلق ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم کے نازل کرنے میں تین مقاصد ہیں:

۱۔ ہدایۃ الثقلین
۲۔ تائید نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۳۔ عبادت الٰہی ۱۶

عبدالعظیم زرقانیؒ کے نزدیک قرآن کے درج بالا تین مقاصد ہیں یعنی جن وانس کی ہدایت، قرآن کریم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تائید میں نشانی بھی ہے اور تلاوت کلام الٰہی سے عبادت الٰہی، زرقانی نے ان مقاصد کو قرآن کے مقاصد رئیسیہ کہا ہے۔

۶۔ محمد طاہر بن عاشور (۱۸۷۹ء۔۔۔ ۱۹۷۳ء)

ابن عاشور (۱) کے نزدیک قرآن کا مقصد اعلیٰ اصلاح احوال ہے اور ابن عاشور نے اس مقصد اعلیٰ کو آٹھ اُمور میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ تعلیم واعتقاد کی اصلاح
۲۔ تہذیب اخلاق
۳۔ احکام تشریع
۴۔ سیاست اُمت
۵۔ سابقہ اُمم کے قصص واخبار
۶۔ موجودہ حالات کے مخاطبین کے مناسب تعلیم

۱۔ اندلس کے مشہور عالم ہیں، آپ قاضی اور مفتی کہ منصب پر بھی فائز رہے، آپ مشہور تفسیر التحریر والتنویر اور مقاصد الشریعۃ الاسلامیہ کے مصنف ہیں http://ar.wikipedia.org/wiki/محمد_طاہر_بن_عاشور retrieved on 25-06-14

۷۔ مواعظ وانذار اور تحذیر و تبشیر

۸۔ اعجاز بالقرآن ۱۷۔

ابن عاشور نے قرآن کا مقصد اعلیٰ انسان کے احوال کی اصلاح کو قرار دیا ہے اور پھر یہ بھی بتایا کہ انسان کی اصلاح درج بالا آٹھ اُمور سے ممکن ہے اور قرآن نے انہیں آٹھ اُمور کو جابجا بیان کیا ہے تاکہ اصلاحِ نفس ہو سکے۔

۷۔ سعید نورسیؒ (۱۲۹۳ھ۔۔۔۱۳۷۹ھ)

بدیع الزمان سعید نورسیؒ نے قرآن کے دو مقاصد ذکر کیے ہیں:

۱۔ مقصد کلی

۲۔ مقاصد اساسیہ وعناصر اصلیہ

مقصد کلی:

قرآن کے مقصد کلی سے مُراد ہے کہ یہ تمام مقاصد کو ایک مقصد میں جمع کرنے والا ہے اور قرآن کا مقصد کلی یہ ہے کہ مخلوق کو حلقۂ ربوبیت کی تعلیم دینا ۱۸۔

جیسا کہ نورسی نے کہا ہے:

قرآن کا مجموعہ ایک قوت ہے اور وہ قلوب کو طاقت دیتا ہے ۱۹۔

اس بات سے نورسی یہی کہنا چاہتے ہیں کہ قرآن کا مقصد معرفتِ الٰہی ہے کیونکہ قلوب کو زندگی صرف معرفتِ الٰہی سے حاصل ہوتی ہے۔

مقاصد اساسیہ وعناصر اصلیہ:

قرآن کے مقاصد اصلیہ وعناصر اصلیہ چار ہیں:

۱۔ توحید

۲۔ نبوت

۳۔ حشر

۴۔ عدالت ۲۰؎

نورسی نے قرآن کا جو مقصد کلی ذکر کیا ہے وہ وہی مقصد ہے جو امام غزالیؒ نے بیان کیا ہے اور جو چار مقاصد اساسیہ ہیں ان میں سے تین (توحید، نبوت اور حشر) تو وہی ہیں جو فخر الدین رازیؒ نے اپنی تفسیر ''مفاتیح الغیب'' میں ذکر کیے ہیں البتہ عدل ایک ایسا مقصد ہے جو صرف نورسی نے ذکر کیا ہے باقی ائمہ نے ذکر نہیں کیا۔

حوالہ جات

۱۔ الاسراء:۸۸

۲۔ ہود:۱

۳۔ ابن منظور، لسان العرب، ج:۵، ص:۳۶۴۲

۴۔ النحل:۹

۵۔ ابن منظور، ج:۵، ص:۳۶۴۲

۶۔ لقمان:۱۹

۷۔ خادمی، نورالدین بن مختار، علم المقاصد الشریعۃ، ریاض، مکتبۃ العبیکان، ۱۴۲۱ھ، ص:۱۷

۸۔ شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات، العقربیہ: دارابن عفان، ۱۹۹۷، ج:۲، ص:۲۳۔۱۵

۹۔ غزالی، محمد بن محمد، جواہر القرآن، مصر: مطبعہ کردستان، ۱۳۲۹ھ، ص:۱۱۔۱۰

۱۰۔ ایضاً، ص:۲۱

۱۱۔ رازی، مفاتیح الغیب، ج:۲۰، ص:۲۲۶

۱۲۔ شاطبی، الموافقات، ج:۴، ص:۲۰۴

۱۳۔ الذاریات:۵۶

۱۴۔ شاطبی، ج ۴، ص ۲۰۵

۱۵۔ محمد رشید رضا، الوحی المحمدی، بیروت: موسستہ عزالدین، ۱۴۰۶ھ، ص:۳۴۰۔۱۹۳

۱۶۔ زرقانی، محمد عبدالعظیم، مناہل العرفان فی علوم القرآن، بیروت: دارالکتاب العربی،

1995ء، ج:2،ص:100

17۔ ابن عاشور، محمد طاہر، التحریر والتنویر، تیونس: دار التونسیہ للنشر، 1984ء، ج:1،ص:41۔40

18۔ نورسی، الکلمات، ص: 293

19۔ نورسی، اشارات الاعجاز فی مظان الایجاز، ص:39

20۔ ایضا، ص: 23

مقاصد اربعہ کا بیان

سعید نورسیؒ نے قرآن کے مقاصد اربعہ کو بہت ہی اہتمام کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ایک پوری کتاب مقاصد اربعہ پر ہی لکھی جو ''اشارت الاعجاز فی مظان الایجاز'' کے نام سے ان کی معروف کتاب ہے جس میں نورسی نے مقاصد اربعہ کو تفصیلاً ذکر کیا ہے اور قرآن کی سورتوں و آیات میں مقاصد اربعہ کو ثابت کرتے ہوئے امثلہ کے ساتھ ان کی وضاحت بھی کی ہے جو کہ پڑھنے والے کے لئے کافی مسحور کُن ہے۔

مقاصد اربعہ

مقاصد اربعہ درج ذیل ہیں:

۱۔ توحید

۲۔ نبوت

۳۔ حشر

۴۔ عدالت

نورسیؒ نے ان مقاصد اربعہ کو قرآن کے مقاصد اساسیہ اور عناصر اصلیہ کا نام دیا ہے۔

جیسا کہ اُس کا قول ہے:

''ان المقاصد الاساسیة من القرآن و عناصره الاصلیة اربعة:

التوحید و النبوة و الحشر و العدالة''[۱]

''قرآن کے مقاصد اساسیہ اور اُس کے عناصر اصلیہ چار ہیں:

توحید، نبوت، حشر اور عدالت''

نورسی نے اپنے رسائل میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہ ان مقاصد اربعہ کو بیان کرنے والا پہلا انسان نہیں ہے بلکہ اُس سے پہلے بھی مدقق علماء نے ان مقاصد کو بیان کیا ہے۔

جیسا کہ نورسی نے ''رسائل النور'' میں کہا:

''من المعلوم لدی المدققین ان مقاصد القرآن اربعة:

اثبات الصانع الواحد، النبوة، الحشر الجسمانی، العدل'' ۲

اس میں '' لدی المدققین '' کے لفظ سے اس بات کی طرف اشارہ مل رہا ہے کہ نورسی نے ان مقاصد کو کسی کے قول سے نقل کیا ہے جیسا کہ فخر الدین رازی اور امام غزالیؒ نے ان میں سے تین مقاصد (توحید، نبوت اور حشر) کو ذکر کیا ہے لیکن عدالت کو قرآن کا مقصد بنانے میں نورسی مقدم ہیں کیونکہ ان سے پہلے کسی نے عدالت کو قرآن کے مقاصد میں شامل نہیں کیا تھا اور نورسی نے جس طرز سے ان مقاصد اربعہ کو بیان کیا ہے اُس کا ایک اپنا ہی انداز ہے جو پڑھنے والے کو اس کی دلچسپی میں مگن کر دیتا ہے اور وہ کافی محظوظ ہوتا ہے۔

طریق معرفت

نورسی نے مقاصد اربعہ کی معرفت کو طریق فطرت کے ساتھ رسائی دی ہے اور واضح کیا ہے کہ یہ مقاصد اربعہ اُن سوالوں کے جوابات ہیں جو فطرتاً انسان کے ذہن میں جنم لیتے ہیں۔

جیسا کہ اس کائنات میں آنے کے بعد انسان حیات و ممات کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ سوچتا ہے کہ انسان کہاں سے آیا ہے؟ کہاں وہ جائے گا؟ دنیا میں وہ کیا کرے گا؟ اُس کا حاکم کون ہے؟ اور اُس کو وعظ کرنے والا کون ہے؟ پھر نوعِ بشر کے سردار محمد ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ہر سوال کا جواب قرآن کی زبان میں تفصیل کے ساتھ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس زندگی کی حکمت قدرت الٰہی، بعثت انبیاء اور اُس امانت کے ذریعے جس کے وہ حاملین ہیں حشر کے راستے سے سعادت ابدی کی طرف سفر کرنا ہے۔ ۳

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ مقاصد اربعہ اُن سوالوں کے جواب میں وجود میں آئے ہیں انسان کے ذہن میں فطرتاً پیدا ہوئے تو اللہ رب العزت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اپنا کلام مخلوق کو دیا اور ان کے جوابات اس میں دیدیے تا کہ وہ سعادت ابدی حاصل کر سکیں کیونکہ

نبی اکرم ﷺ نے اس کو اتنی وضاحت کے ساتھ ذکر کر دیا ہے کہ اب مزید اس پر تفصیل یا وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ نورسی نے بھی اس بات کو بیان کیا ہے:

قرآن اور نبی اکرم ﷺ نے ان مقاصد ایمانیہ کو اتنی تفصیل کے ساتھ ذکر کر دیا ہے کہ اب اس پر مزید کسی تفصیل اور وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ [۴]

نبی اکرم ﷺ نے جب خود قرآن کی وضاحت کر دی تو کسی اور کو وضاحت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ سورج کی طرح ہیں جو اللہ کے حکم سے بغیر کسی رُکاوٹ اور حجاب کے سب کو اپنی روشنی پہنچاتا ہے نہ کہ چاند کی طرح جو سورج کی کرنوں سے روشنی حاصل کرتا ہے اور پھر دوسروں کو روشنی فراہم کرتا ہے اور کبھی کبھی حجاب کی وجہ سے روشنی نہیں بھی فراہم کرتا اور نبی اکرم ﷺ کی تفصیل بیان کرنے میں کوئی حجاب یا رُکاوٹ نہیں ہے اس لئے کہ اُن کا بلا کسی واسطہ کے اللہ تعالی سے رابطہ ہے اور قرآن بھی اُن پر ہی نازل ہوا ہے اور وہی اس کی درست تفسیر کر سکتے ہیں جس میں کسی قسم کی کمی کا اندیشہ بھی نہیں ہو سکتا۔

۱۔ توحید الٰہی

توحید یہ باب تفعیل کا مصدر ہے جس کا معنی ہے صرف ایک اللہ پر ایمان لانا۔ [۵]

نورسی نے مقاصد اربعہ میں سے مقصد اول توحید کو بیان کیا ہے اور اس کی وضاحت میں درج ذیل نقاط کو بیان کیا ہے:

پہلا نقطہ

اس کائنات کے ذرات میں سے ہر ذرہ اللہ تعالی کی ذات وصفات وخواص کی وحدانیت کی گواہی دیتا ہے کہ وہی واحد ذات ہے جو کائنات کی تمام اشیاء کا خالق و مالک ہے اور سب کا وہی رب ہے۔

دوسرا نقطہ

زندگی میں نشیب وفراز کا آنا بھی اللہ رب العزّت کی معرفت کا ایک ذریعہ ہے کیونکہ

جب انسان کی زندگی میں مصائب ومشکلات آتی ہیں تو اُس کا خالق کائنات پر یقین پختہ ہو جاتا ہے کہ کوئی ہے جس کے حکم سے کائنات کے تمام معاملات چل رہے ہیں اور اُس کے حکم سے کائنات کا ایک نظام ایک حکمت کے تحت رواں دواں ہے۔

تیسرا نقطہ

اللہ رب العزت کی معرفت کے چار طرق ہیں:

۱۔ صوفیہ کا طریقہ

جو تزکیۂ نفس پر مبنی ہوتا ہے۔

۲۔ علماء کلام کا طریقہ

جو حوادثات اور ممکنات پر مبنی ہوتا ہے۔

یہ دونوں طریق اگر چہ ان کا اصلِ اصیل قرآن ہے لیکن ان میں انسانوں کی فکر کے شامل ہونے کی وجہ سے اس کو طویل اور مشکل بنا دیا گیا ہے۔

۳۔ فلاسفہ کا طریقہ

یہ ایسے طریقے وراستے ہیں جو معرفت الٰہی تک پہنچانے میں اوہام وشبہات سے محفوظ نہیں ہیں اس لئے ان طریقوں کو اختیار کرنے میں گُمراہی وبھٹکنے کے خطرات بھی لاحق ہو سکتے ہیں۔

۴۔ قرآن کریم

قرآن کے اعجاز بلاغی نے اس راستے کو مختصر اور محفوظ بنا دیا ہے کیونکہ یہ راستہ ہر قسم کے شبہات سے مامون ہے۔

پھر قرآن کے اس طریق کی دو اقسام ہیں:

۱۔ دلیل عنایت

۲۔ دلیل اختراع

دلیل عنایت

قرآن کریم کی تمام آیات جو متعدد اشیاء کا نفع دیتی ہیں وہ اس دلیل کو مزید منظم بھی کرتی ہیں کہ مصالح کی رعایت کرنا اور اور نظام عالم میں حکمت کو مدنظر رکھنا یہ صانع کے قصد کو ثابت کرتا ہے۔جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ٦ ۔

''اے دیکھنے والے: اللہ رحمن کی پیدائش میں کوئی بے ضابطگی نہ دیکھے گا''

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ نے ہر چیز کو ایک حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس سارے نظام کو ایک مصلحت کے تحت اللہ ربّ العزت چلا بھی رہے ہیں، اور قرآن کریم میں ایسی بے شمار آیات ہیں جو اس بات کو روزِ روشن کی طرح واضح کر رہی ہیں۔

دلیل اختراع

اللہ تعالی نے ہر فرد اور نوع کو ایک خاص وجود عطا کیا ہے جو اُس کے مخصوص آثار کا منشا، اور اُس کے کمالات کے منبع کے لائق ہے اور کوئی نوع ایسی نہیں ہے جو ازل تک مسلسل ہو اس لئے کہ جس نوع کا سلسلہ واسطہ در واسطہ ہو وہ دائمی نہیں ہوتا اور علم فلسفہ، علم حیوان و علم نبات اس بات پر شاہد ہیں کہ ایسی انواع جن کی تعداد دو لاکھ سے زائد ہو جائیں اُن میں سے ہر ایک کا کوئی مبدأ اور اصل معین ہوتا ہے اور مخلوق آدم بھی اسی نوع سے ہے جس کا ہر مبدأ اپنے غیر سے مستقل طور پر پیدا ہوا ہے اور ان انواع میں سے ہر نوع کو مستقلا پیدا کیا گیا ہے یعنی ان میں سے ہر فرد اور ہر نوع اس بات کا اعلان کر رہی ہے کہ وہ قدرتِ الٰہیہ کے ہاتھوں پیدا ہوئی ہے۔اور اللہ رب العزت نے ان کو پیدا کر کے ہر شکوک وشبہات وامکانات کے تمام محاذ بند کر دیے۔

چوتھا نقطہ

نظام عالم کو اللہ نے ایسے تخلیق کیا کہ کوئی بھی عقل یہ طاقت نہیں رکھتی کہ وہ اس کے دقائق، عجائب وغرائب کا ادراک کر سکے۔

پانچواں نقطہ

جس طرح قرآن کا بعض اپنے بعض کی تفسیر کرتا ہے اسی طرح کتاب عالم کی سطور بھی اپنے ماوراء جو حکمتیں ہیں اُن کی تفسیر بیان کرتی ہیں۔

چھٹا نقطہ

قرآن میں جو آیت مبارکہ ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۷

''اگر آسمان وزمین میں سوائے اللہ تعالی کے اور معبود بھی ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے''

نورسی نے اس آیت کو دلیل تمانع قرار دیا ہے کہ چونکہ یہ آیت مبارکہ شرک کے لئے رُکاوٹ کے طور پر استعمال ہوتی ہے اور کائنات کا نظام اسی لئے صحیح سالم ہے کیونکہ اس کائنات میں توحید ہے۔۸

سعید نورسی نے توحید کی وضاحت کو بہت عُمدہ طریقے سے ثابت کیا ہے اور آسان فہم انداز سے اس کو ذکر کیا ہے تا کہ کوئی بھی توحید کے بارے میں کسی شش وپنج کا شکار نہ رہے اور توحید جو کہ قرآن کا مقصد اول ہے اُس کی اہمیت قلوب کا جزِ ولاینفک بن جائے۔ اور یہ تب ہی ممکن ہو گا جب دل وجان سے توحید کو تسلیم کرتے ہوئے اُس کو اپنی زندگی کا لازمی حصہ قرار دیا جائے گا۔

۲۔ نبوت

اس کا مصدر اصلی ''نبأ'' ہے بمعنی خبر دینا اور نبی کہتے ہیں جو اللہ کی طرف سے دی ہوئی خبریں دیتا ہے۔۹

نورسی نے مقاصد قرآن میں مقصد ثانی نبوت کو قرار دیا ہے اور یہاں نبوت سے عموم مُراد نہیں ہے بلکہ خاص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت مُراد ہے۔

جیسا کہ نورسی نے نبوت کی تفصیل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات بھی بیان کی ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت کی روح ہیں، سب سے زیادہ صادق ہیں، صانع کے وجود پر فصیح و بلیغ اور دلیل قاطع ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجودِ باری تعالیٰ، نبوت اور حشر پر حجت قاطعہ ہیں۔۱۰؎

نبوت کی ضرورت

نورسی نے نبوت کو صانع کی حکمت، افعال میں عبثیت کا نہ ہونا اور ہر انسان کو ایک مرشد کی ضرورت قرار دیا ہے اور نبوت کو صرف نوعِ بشر کے لئے لازم قرار دیا ہے اور اس بات کو تین جہات سے ثابت بھی کیا ہے۔

جہت اول

انسان اپنی عاجزی، کوتاہ نظری اور اپنی عقل پر وہم کے غالب ہونے کو پہچانتا ہے جس کی وجہ سے اُس کو ایک نبی و مرشد کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔۱۱؎

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ کو مبعوث فرما کر اپنے بندوں پر خصوصی فضل وانعام کیا جنہوں نے انسانوں کو ہدایت کا راستہ دکھایا اور اُن کی اصلاح کا بیڑا اُٹھاتے ہوئے اُن کو حق کی تلقین کرتے ہوئے کامیاب و کامرانی کے راستے کی طرف گامزن کیا۔

جہت ثانیہ

انسان کی استعداد لامتناہی ہے، اُس کی خواہشات ورغبات بے شمار ہیں، اُس کے فکری تصورات اور قوت شہویہ وغضبیہ لامحدود ہیں۔ اور اسی وجہ سے انسان کو ہمیشہ یہی کہتے ہوئے دیکھا گیا ہے کہ کاش ایسا نہ ہوتا اور ایسا ہو جاتا یہاں تک کہ اگر اُس کو ایک لمبی عمر بھی دی جائے اور وہ دنیا میں لذائذ سے لطف واندوز ہوتا رہے اور اپنے احکام نافذ کرتا رہے پھر بھی وہ راضی نہیں ہو گا کیونکہ اُس کو اس بات کا علم ہے کہ یہ عالم محدود ہے اور انسان کی حسرتیں غیر محدود ہیں جو سعادت ابدی کو حاصل کرنا چاہتا ہے اور وہ صرف حشر جسمانی میں ہی ممکن ہے۔۱۲؎

اس جہت سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ انسان کی خواہشات کی کوئی حد نہیں ہے وہ اپنی خواہشات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پورا ہوتا دیکھنا چاہتا ہے اور یہ اس فانی دنیا میں ممکن نہیں ہے

کیونکہ یہ عالم ایک محدود عالم ہے اور محدود عالم میں غیر محدود خواہشات نافذ نہیں ہوتیں بلکہ وہ صرف غیر محدود عالم میں ہی ممکن ہیں اور غیر محدود عالم عالم آخرت ہے اور اس کے لئے ہی اللہ رب العزت نے انبیاءؑ کو مبعوث فرمایا تا کہ اُن کے بتائے ہوئے راستے پر عمل پیرا ہو کر انسان لامتناہی عالم میں اپنی غیر محصور خواہشات کو عملی جامہ پہنا سکے۔

جہت ثالثہ

انسان کے مزاج میں اعتدال ہے، اُس کی طبیعت میں لطافت ہے، اُس کی فطرت میں زیب وزینت کی طرف میلان بھی ہے اور وہ باقی حیوانات کی طرح زندگی نہیں گزار سکتا اور یہ سب چیزیں صرف تب ہی مکمل ہو سکتی ہیں جب نوعِ بشر کے درمیان آپس میں عدالت ہوگی اور ہر انسان کی عقل عدالت کے ادراک میں کامل نہیں ہوتی اسی وجہ سے نبوت نوع بشر کے لئے ضرورت مطلقہ کی حیثیت کی حامل ہے۔ ۱۳ے

ان تینوں جہات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انسانوں کی راہنمائی کے لئے نبوت کا ہونا اشد ضروری ہے جو انسان کو سعادت ابدی کے حصول میں مکمل راہنمائی کے ساتھ ساتھ بنی نوع انسان کے درمیان عدالت کا درس بھی دے تا کہ سب کے سب لطائف سے لطف واندوز ہوں۔

۳۔ حشر جسمانی

نورسی نے حشر جسمانی کو قرآن کے مقاصد اربعہ میں سے تیسرا مقصد بنایا ہے۔
حشر کا معنی ہے جمع کرنا یعنی قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع کرنا ۱۴ے
جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۱۵ے
''اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں''

نورسی کا کہنا ہے کہ عقیدۂ آخرت انسان کی اجتماعی وانفرادی زندگی کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے اور اُس کے تمام کمالات اور سعادت مندی کی بنیاد ہے۔ ۱۶ے

اور نورسی نے کہا ہے:

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے تمام معجزات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے تمام دلائل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرنے والے تمام براہین حشر کی حقیقت کی گواہی دیتے ہیں۔ اور اسی طرح تقریباً ثلث قرآن اور چھوٹی سورتوں کے اکثر اوائل بھی حشر کی حقیقت پر دلالت کرتے ہیں یعنی قرآن کریم کی ہزار سے زائد آیات صراحۃً یا اشارۃً حشر کی وضاحت کو ثابت کرتی ہیں۔ ۱۷

نورسی نے حشر جسمانی کے ثبوت میں قرآن کریم کی آیات کو بھی ''الشعاعات'' میں بطور استدلال ذکر کیا ہے جو حشر کی حقیقت پر دلالت کرنے والی ہیں اور وہ درج ذیل آیات ہیں:

آیت نمبر ۱:

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۱۸

''جب سورج لپیٹ لیا جائے''

آیت نمبر ۲:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۱۹

''لوگو: اپنے پروردگار سے ڈرتے رہا کرو، قیامت کا زلزلہ بہت ہی بڑی چیز ہے''

آیت نمبر ۳:

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۲۰

''جب زمین پوری طرح جھنجھوڑ دی جائے گی''

آیت نمبر ۴:

''اِذَا السَّمَاۗءُ انْفَطَرَتْ ۲۱

جب آسمان پھٹ جائے''

آیت نمبر ۵:

اِذَا السَّمَآئُ انْشَقَّتْ ۲۲؎

''جب آسمان پھٹ جائے''

آیت نمبر ۶:

عَمَّ یَتَسَآئَلُوْنَ ۲۳؎

''یہ لوگ کس چیز کی پوچھ گچھ کرتے ہیں''

آیت نمبر ۷:

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ ۲۴؎

''کیا تجھے بھی چھپا لینے والی قیامت کی خبر پہنچی ہے؟''

قرآن کریم کی ان آیات سے اور تقریباً چالیس (۴۰) سورتوں کی افتتاحی آیات ایسی ہیں جو اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ حشر میں کوئی شک نہیں ہے۔ جیسا کہ نورسی نے کہا ہے:

ان الحشر لا ریب فیه ۲۵؎

''حشر میں کوئی شک نہیں ہے''

نورسی نے یہ جو آیات الشعاعات میں حشر کے ثبوت پر پیش کی ہیں یہ سب اوائل سور میں سے ہیں اور یہ سب آیات صراحۃً حشر جسمانی کے ثبوت پر دال ہیں جن سے اس بات پر کوئی شک ہی نہیں رہتا کہ ایک دن قیامت برپا ہوگی اور تمام انسانوں کو روح مع الجسد جمع کیا جائے گا۔

۴۔ عدالت

نورسی نے مقاصد اربعہ میں سے عدالت کو آخری مقصد بنایا ہے اور اسی لئے ''رسائل النور'' میں اس کو سب سے آخر میں بیان کیا ہے۔

عربی لغات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عدالت ''عدل'' سے ماخوذ ہے اور عدل کے معنی کی وضاحت درج ذیل بیان کی گئی ہے:

۱۔ عدالت یہ ''عدل'' سے ماخوذ ہے جو ظلم کی ضد ہے یعنی ایسا معاملہ جو افراط و تفریط کے درمیان والا ہو۔۲۶

بالفاظ دیگر انصاف پر مبنی معاملہ کو عدل کہتے ہیں۔

۲۔ عدل کا معنی ہے ''مساوات'' یعنی برابری ۲۷ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا ۲۸

''یا اُسی کے برابر روزے رکھنے''

عدل کی اقسام

امام راغب نے عدل کی دو قسمیں ذکر ہیں:

۱۔ عدل مطلق

۲۔ عدل شرعی

عدل مطلق

جو عقلاً مستحسن ہوتا ہے اور یہ کسی زمانے میں منسوخ نہیں ہوا جیسے کسی کے احسان کے بدلے میں احسان کرنا اور جو تمہیں تکلیف نہ دے اُسے ایذاء رسانی سے باز رہنا۔

عدل شرعی

جسے شریعت نے عدل کہا ہے اور یہ منسوخ بھی ہوسکتا ہے قصاص، جنایات پر دیت اور مال مُرتد کی اصل وغیرہ۔

چنانچہ درج ذیل آیات میں اس کی وضاحت ہے:

آیت نمبر ۱:

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۲۹

''جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اسی کی مثل زیادتی کرو جو تم پر کی ہے''

آیت نمبر ۲:

وَجَزٰؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَة" مِثْلُهَا ۳۰؎

"برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے"

آیت نمبر ۳:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَان ۳۱؎

"اللہ تعالیٰ عدل کا اور بھلائی کا حکم دیتا ہے"

ان آیات میں عدل کے یہی معنی مُراد لیے گئے ہیں کیونکہ کسی چیز کے برابر اُس کا بدلہ دینے کا نام عدل ہے یعنی نیکی کا بدلہ نیکی سے اور برائی کا بدلہ برائی سے اور نیکی کے مقابلہ میں زیادہ نیکی اور شر کے مقابلہ میں مسامحت سے کام لینے کا نام احسان ہے۔ ۳۲؎

نورسی نے عدل کی اہمیت میں امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

فقد قال الامام الاعظم: ان الاسم الاعظم هو العدل

"امام اعظم (ابوحنیفہؒ) نے کہا: کہ (اللہ کا) اسم اعظم عدل ہے" ۳۳؎

اس قول سے عدل کی اہمیت مزید اُجاگر ہو جاتی ہے۔ نورسی نے مزید اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے:

کہ عدل قرآن کے حقائق میں سے ایک حقیقت ہے اور اسلام کے دساتیر میں سے ایک دستور ہے جس پر کائنات کے قوانین کا مدار ہے اور یہ کائنات کی ایک ایسی حقیقت ہے جو حشر اور اُخروی زندگی کی مقتضی ہے، اقتصاد (میانہ روی) طہارت اور عدالت یہ اُن سُنن الٰہیہ میں سے ہے جو کائنات میں جاری ہیں اور قدرتِ الٰہی کے دستور میں شامل ہیں۔ ۳۴؎

نورسی نے عدل کو قرآن کے مقاصد ثلاثہ کا تکملہ قرار دیا ہے اور ان اقوال کی روشنی میں یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ عدل کے بغیر اس کائنات کی کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ اگر کائنات میں عدل نہ ہوتا تو اس کا وجود ہی نہ رہتا اور یہ کائنات بالکل نیست و نابود ہو جاتی لہٰذا اللہ رب العزت نے اس کائنات کی بقاء کے لئے ہمیں عدل جیسی نعمت سے نوازا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ نورسی، اشارات الاعجاز فی مظان الایجاز، ص: ۲۳

۲۔ نورسی، بدیع الزمان سعید، صیقل الاسلام، احسان قاسم الصالحی (مترجم) قاہرہ: شرکہ سوزلرللنشر، ۲۰۰۲ء، ص: ۱۲۰

۳۔ نورسی، اشارات الاعجاز فی مظان الایجاز، ص: ۲۴۔۲۳

۴۔ نورسی، المثنوی العربی النوری، ص: ۴۵۱

۵۔ زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، ج: ۹، ص: ۲۶۸

۶۔ الملک: ۵

۷۔ الانبیاء: ۲۲

۸۔ نورسی، صیقل الاسلام، ص: ۱۳۳۔۱۲۱

۹۔ ابن منظور، لسان العرب، ج: ۶، ص: ۴۳۱۵

۱۰۔ نورسی، صیقل الاسلام، ص: ۱۳۴

۱۱۔ ایضا، ص: ۱۳۶۔۱۳۵

۱۲۔ ایضا

۱۳۔ ایضا، ص: ۱۳۸۔۱۳۷

۱۴۔ ابن منظور، لسان العرب، ج: ۲، ص: ۸۸۲

۱۵۔ التکویر: ۵

۱۶۔ نورسی، الشعاعات، ص: ۲۲۸

۱۷۔ ایضا، ص: ۲۳۱

۱۸۔ التکویر:۱

۱۹۔ الحج:۱

۲۰۔ الزلزال:۱

۲۱۔ الانفطار:۱

۲۲۔ الانشقاق:۱

۲۳۔ النبأ:۱

۲۴۔ الغاشیہ:۱

۲۵۔ نورسی، الشعاعات، ص:۲۳۱۔۲۳۲

۲۶۔ زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، ج:۲۹، ص:۳۴۴

۲۷۔ ابن منظور، لسان العرب، ج:۴، ص:۲۸۳۹

۲۸۔ المائدہ:۹۵

۲۹۔ البقرہ:۱۹۴

۳۰۔ الشوریٰ:۴۰

۳۱۔ النحل:۹۰

۳۲۔ راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، ص:۳۲۵

۳۳۔ نورسی، الملاحق فی فقہ دعوۃ النور، ص:۴۷

۳۴۔ نورسی، اللمعات، ص:۵۲۶۔۵۲۵

قرآنی سورتوں وآیات میں مقاصدِ اربعہ

نورسی نے مقاصد اربعہ (توحید، نبوت، حشر، عدالت) کو ہی مقاصد قرآن قرار دیا ہے اور نورسی نے مقاصد قرآن کی وضاحت کے ساتھ ساتھ قرآنی سورتوں وآیات میں بھی مقاصد قرآن کو ثابت کیا ہے اور بالامثلہ مقاصد قرآن کی وضاحت بھی کی ہے۔ لہٰذا اس فصل میں ان قرآنی سورتوں وآیات میں مقاصد اربعہ کو الگ الگ بیان کیا جائے گا تاکہ ان کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

سورتوں میں مقاصد اربعہ

نورسی اس بات کے قائل ہیں کہ مقاصد اربعہ جیسے پورے قرآن میں اجتماعی طور پر موجود ہیں اسی طرح یہ کبھی ایک سورت میں بھی ہوتے ہیں۔

جیسا کہ اُس کا قول ہے:

فکما تترا ءی هذه المقاصد الاربعة فی کله، کذلک قد تتجلی فی سورة سورة[۱]

''جیسے یہ مقاصد اربعہ پورے قرآن میں اسی طرح کبھی یہ ایک ایک سورت میں موجود ہوتے ہیں''

نورسی کے اس قول سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ یہ مقاصد اربعہ قرآن کی ایک سورت میں بھی پائے جاتے ہیں گویا کہ وہ کہتے ہیں کہ جیسے پورے قرآن میں یہ مقاصد ہیں اسی طرح ایک سورت میں بھی یہ مقاصد ہوتے ہیں تو ان مقاصد کے اعتبار سے وہ سورت بھی قرآن کے حکم میں ہوتی ہے کیونکہ اُس سورت میں پورے قرآن کے مقاصد پائے جاتے ہیں اسی لئے اُس کو حکماً قرآن کہہ سکتے ہیں۔

جیسا کہ نورسی نے کہا ہے:

قرآن تمام بشری طبقات کے لئے دواء وشفاء بھی ہے اور خطاب بھی ہے چاہے وہ اذکیاء میں ذکی ترین ہو یا اغبیاء میں سے غبی ترین ہو، متقین میں اتقی ہو یا اشقیاء میں اشقی ہو اور چاہے وہ دنیا کے کاموں سے فارغ ہو یا مشغول ومصروف ہو۔ لہٰذا اس لئے ہر کسی کے لئے پورے قرآن کی جو کہ دواء وشفاء ہے ہر وقت تلاوت کرنا ممکن نہیں ہے اسی لئے اللہ رب العزت نے اپنی رحمت وحکمت کے طور پر قرآن کی سورتوں میں بھی مقاصد قرآنیہ کو درج کر دیا تاکہ ہر سورت ایک قرآن صغیر بن جائے اور سب کے لئے سہولت بھی ہو جائے۔ ۲؎

جیسا کہ اللہ رب العزت نے تشویق کے لئے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۳؎

''بیشک ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے پس کیا کوئی نصیحت ماننے والا ہے؟''

نورسی نے قرآن کی سورتوں میں مقاصد اربعہ کے ہونے کی وجہ سے اُن کو قرآن صغیر کہا ہے کیونکہ قرآن کے مقاصد اربعہ جب ایک سورت میں پائے جاتے ہیں تو اس لحاظ سے اُس کو قرآن صغیر کہا جا سکتا ہے لیکن یہ قرآن صغیر حقیقتاً نہیں ہوگا بلکہ حکماً ہوگا۔

نورسی نے مزید اس کی وضاحت کی ہے:

پورے قرآن کی سورتوں میں سے ہر سورت اجمالی طور پر مقاصد اور اہم قصص کے اعتبار سے پورے قرآن کو متضمن ہے تاکہ وہ شخص جو صرف قرآن کی ایک سورت کی تلاوت کر سکتا ہے وہ بھی اس کی رحمتوں وبرکتوں سے محروم نہ رہے کیونکہ مکلفین میں اُمّی بھی ہیں اور غبی بھی ہیں، اور جو شخص صرف ایک چھوٹی سورت کی ہی تلاوت کر سکتا ہے تو اعجازِ قرآن کے اعتبار سے اُس کے لئے وہی ایک سورت ہی پورا قرآن ہوگا۔ ۴؎

نورسی کا کہنا ہے کہ چونکہ خطابِ قرآن میں عموم ہے جو تمام افرادِ بشر کے لئے ہے اسی وجہ سے قرآنی سورتوں میں اجمالاً مقاصد قرآن کو بیان کر دیا گیا تاکہ نوعِ بشر میں سے ہر طبقہ

قرآن کی رحمتوں وبرکتوں سے استفادہ کرتے ہوئے فیض یاب ہوسکے۔

مثال

مقاصد اربعہ بعض بڑی سورتوں میں موجود ہیں اور بعض چھوٹی سورتوں میں بھی موجود ہیں اور کبھی ایک سورت میں مقاصد اربعہ میں سے توحید ہوتا ہے، دوسری سورت میں نبوت، تیسری سورت میں حشر اور چوتھی میں عدالت۔

جیسے ''سورۃ النبأ'' اس سورت میں اُخروی حالات، حشر، جنت اور جہنم کا تذکرہ کیا گیا ہے تو اس اعتبار سے اس میں مقاصد اربعہ میں تیسرا مقصد حشر پایا گیا ہے۔[۵]

اور اسی طرح ''سورۃ الانشقاق'' اس سورت میں توحید الٰہی کو بیان کیا گیا ہے تو اس اعتبار سے اس میں مقصد اول توحید کو ذکر گیا ہے۔[۶]

ان سورتوں میں سے ہر سورت میں ایک ایک مقصد کا تذکرہ ملتا ہے جیسے ''سورۃ النبأ'' میں حشر کا ذکر کیا گیا ہے اور ''سورۃ الانشقاق'' میں توحید کا ذکر کیا گیا ہے۔

ایک سورت میں مقاصد اربعہ

جیسے قرآن کی مختلف سورتوں میں مقاصد اربعہ میں سے ایک ایک مقصد ہوتا ہے اسی طرح قرآن کی ایک سورت میں بھی مقاصد اربعہ موجود ہوتے ہیں اور یہ صرف بڑی سورتوں میں نہیں ہوتے بلکہ یہ چھوٹی سے چھوٹی سورت میں بھی موجود ہوتے ہیں۔

مثال

قرآن کی سب سے چھوٹی سورت ہے ''سورۃ الکوثر''[۷] اس میں بھی مقاصد اربعہ موجود ہیں:

اِنَّا اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انۡحَرۡ ۝ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الۡاَبۡتَرُ [۸]

''یقینا ہم نے تجھے کوثر دی۔ پس تو اپنے رب کی نماز پڑھ اور قربانی کر۔ یقینا تیرا دشمن ہی بے نام نشان ہے''

اس سورت میں توحید، نبوت، حشر اور عدالت چاروں مقاصدِ قرآن موجود ہیں، نورسی

نے اس کو صرف اجمالاً ذکر کر دیا اس کی وضاحت نہیں کی۔ لیکن اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہو سکتی ہے کہ "اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ" میں "انا" سے توحید کا ذکر ملتا ہے۔

اور "کاف" ضمیر سے نبوت کی طرف اشارہ ہے۔

"الکوثر" سے حشر کا ثبوت ملتا ہے۔

اور "فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ" میں عدالت ہے۔

لہذا قرآن کی اس سب سے چھوٹی سورت میں بھی چاروں مقاصد قرآن موجود ہیں جو کہ نورسی کے قول کے مطابق یہ بھی قرآن صغیر ہے کیونکہ اس میں اجمالاً مقاصد قرآن کا ذکر موجود ہے۔

آیات میں مقاصد اربعہ

جس طرح قرآنی سورتوں میں مقاصد اربعہ ہوتے اسی طرح قرآنی آیات میں بھی مقاصد اربعہ موجود ہوتے ہیں۔ کیونکہ قرآنی آیات ان مقاصد کے لئے ایک بیج اور بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے ان میں بھی مقاصد اربعہ موجود ہوتے ہیں۔ جیسا کہ نورسی کا قول ہے:

فکماتتراءی هذه المقاصد الاربعة فی کله، کذلک قدتتجلی فی سورة سورة ،بل قد یلمح بهافی کلام کلام ۹ ۔

نورسی نے کہا ہے کہ جیسے سورتوں میں مقاصد اربعہ ہوتے ہیں اسی طرح آیات میں بھی مقاصد اربعہ موجود ہوتے ہیں کیونکہ نورسی کا کہنا ہے کہ بلاغت کی بنیاد اس بات پر ہے کہ وہ کلام کے حُسن کو چمکا دے اور اپنے مقصد اصلی کو پکڑ لے جیسے کہ وادی کے لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ ہوتی ہے یا حوض اور پانی پینے کی جگہ ہوتی ہے کہ وہ سب کا مصداق اور مطمع نظر ہوتا ہے۔

جیسا کہ کہا گیا ہے:

عبار اتُنا شتّی و حُسنک واحدٌ و کُلٌ الی ذاکَ الجمال یُشیرُ ۱۰ ۔

"ہماری عبارتیں مختلف ہیں اور تیرا حُسن ایک ہے اور ہر چیز تیری خوبصورتی کی طرف ہی اشارہ کرتی ہے"

لہٰذا اس قول سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن کی ہر آیت اُسی بنیادی مقصد کی طرف اشارہ کرتی ہے جس کے لئے اُس آیت کو چلایا گیا ہے چاہے وہ آیت اُس مقصد کو صراحۃً واضح کرتی ہو یا اشارۃً اُس مقصد کی وضاحت کرتی ہو۔

مثال

نورسی نے آیات میں مقاصد اربعہ کے موجود ہونے کی مثال ''سورۃ الفاتحہ'' کی درج ذیل آیات کو بنایا ہے جس کی اُنہوں نے وضاحت بھی کی ہے:

آیت نمبر ۱:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۱۱؎

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے''

آیت نمبر ۲:

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۱۲؎

''بدلے کے دن (قیامت) کا مالک''

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' (۱) اُلوہیت کی طرف اشارہ ہے اور ''لام'' اختصاص کا ہے جو توحید کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

''رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' میں عدالت اور نبوت دونوں کی طرف اشارہ ہے کیونکہ نوع بشر کی تربیت رُسل کی وساطت سے ہی ہوئی ہے۔

''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ'' میں حشر کی طرف صراحۃً ثبوت ہے۔

سورۃ الفاتحہ کی پہلی آیت میں مقاصد اربعہ میں سے تین مقاصد موجود ہیں اور سورۃ الفاتحہ کی تیسری آیت میں ایک مقصد موجود ہے تو ان دونوں آیات میں چاروں مقاصد قرآن موجود ہیں۔

۱۔ سورۃ الفاتحہ کے علاوہ قرآن مجید کی چار سورتیں ایسی ہیں جن کی ابتداء ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' سے ہوتی ہے:

۱۔الانعام ۲۔الکہف ۳۔سبأ ۴۔فاطر

ایک آیت میں مقاصد اربعہ

مقاصد اربعہ جیسے پورے قرآن میں ہیں، سورتوں میں ہیں اور آیات میں ہیں اسی طرح مقاصد اربعہ ایک آیت میں بھی ہوتا ہے یعنی قرآن کی آیات میں سے بعض آیات ایسی بھی ہیں کہ جن میں صرف ایک آیت میں مقاصد اربعہ موجود ہوتے ہیں۔

جیسا کہ نورسی کا قول ہے:

قد یرمز الیھافی کلمة کلمة ۱۴؎

''کبھی ایک ایک کلمہ میں بھی اس (مقاصد اربعہ) کی طرف اشارہ ہوتا ہے''

نورسی کے اس قول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کبھی قرآن کی ایک آیت اور جملہ میں بھی مقاصد اربعہ موجود ہوتے ہیں کیونکہ کلام الٰہی کا ہر جملہ اور آیت ان مقاصد میں سے کسی نہ کسی مقصد کو واضح کرتا ہے اور آیات میں سے کچھ ایسی آیات بھی ہیں جو کہ اکیلی آیت ہی مقاصد قرآن کو روشناس کرواتی ہے اور وہ کوئی بڑی آیت کا ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ ایک چھوٹی آیت بھی مقاصد قرآن کو واضح کرتی ہے۔

مثال

نورسی نے ایک جملہ میں مقاصد اربعہ کے موجود ہونے کی جو مثال دے کر اُس کی وضاحت کی ہے اُس میں مقاصد اربعہ کی طرف صراحۃً اشارہ نہیں ملتا بلکہ ضمناً اُس میں مقاصد اربعہ موجود ہیں اور نورسی نے اُس کو ذکر کر کے اُس کی وضاحت بھی کی ہے۔

جیسا کہ نورسی نے مثال دی ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۱۵؎

''شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم والا ہے''

''بِسْمِ اللّٰهِ'' یہ بندوں کی تعلیم کے لئے نازل کی گئی اور اس میں ''قُلْ'' مقدر ہوگا اور لفظ ''قل'' رسالت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

''بِسْمِ اللّٰہِ ''میں الوہیت کی طرف اشارہ ہے اور''با'' کے مقدم ہونے کی وجہ سے اس میں حصر پایا گیا جو توحید کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

''الرحمن ''میں نظام عدالت کی طرف اشارہ ہے۔

''الرحیم ''میں حشر کی طرف اشارہ ہے۔۱۶؎

اس ایک جملہ میں مقاصد اربعہ موجود ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کی آیات میں سے ہر آیت میں مقاصد اربعہ میں سے کوئی نہ کوئی مقصد ضرور موجود ہوتا ہے اور کچھ آیات ایسی ہیں جن میں صرف ایک آیت میں چاروں مقاصد موجود ہیں۔

اہم جہات

چند اہم جہات ایسی ہیں جن کا تعلق قرآنی سورتوں وآیات میں مقاصد اربعہ کے بیان سے متعلق ہیں اور وہ جہات مندرجہ ذیل ہیں:

جہت اول

اکثر سورتوں میں یہ مقاصد اربعہ ایک ہی درجہ پر نہیں ہیں بلکہ اکثر سورتوں میں مقصود بالذات اُن میں سے ایک مقصد ہوتا ہے اور بقیہ مقاصد مقصود بالذات نہیں ہوتے بلکہ ضمنی طور پر اُن کا ذکر ہوتا ہے۔

جیسے ''بسملہ'' میں مقاصد صراحۃ موجود نہیں ہیں بلکہ ضمنی طور پر موجود ہیں اسی لئے اس میں مقاصد اربعہ کی وضاحت کی ضرورت ہوئی۔۱۷؎

جہت ثانی

متقدمین اور نورسی کے مقاصد قرآن میں یہی بنیادی فرق ہے کہ متقدمین نے مقاصد قرآن کو کلی طور پر بیان کیا ہے اُنہوں نے سورتوں اور آیات کے مقاصد کو بیان نہیں کیا لیکن نورسی نے قرآن کے ساتھ ساتھ سورتوں، آیات اور آیت میں بھی بیان کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ نورسی، اشارات الاعجاز فی مظان الایجاز، ص: ۲۴

۲۔ نورسی، المثنوی العربی النوری، ص: ۷۰

۳۔ القمر: ۱۷

۴۔ نورسی، المثنوی العربی النوری، ص: ۲۰۸

۵۔ نورسی، الکلمات، ص: ۴۳۲

۶۔ ایضا، ص: ۴۳۴

۷۔ نورسی، اشارات الاعجاز فی مظان الایجاز، ص: ۲۴

۸۔ الکوثر: ۱۔۳

۹۔ نورسی، اشارات الاعجاز فی مظان الایجاز، ص: ۲۴

۱۰۔ ایضا، ص: ۴۵

۱۱۔ الفاتحہ: ۱

۱۲۔ ایضا: ۲

۱۳۔ نورسی، اشارات الاعجاز فی مظان الایجاز، ص: ۲۴

۱۴۔ ایضا

۱۵۔ النمل: ۳۰

۱۶۔ نورسی، اشارات الاعجاز فی مظان الایجاز، ص: ۲۴

۱۷۔ ایضا، ص: ۴۰

باب چہارم

قرآنی مضامین سے متعلق سعید نورسی کے اہم افکار اور عصرِ حاضر

عدالت واخلاق کا بیان

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کا معنی سلامتی سے مشتق ہے اور اس دین کی الہامی کتاب قرآن مجید میں صرف دعوت توحید و رسالت پر ہی اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ انسانیت سے جور وظلم کی نفی اور عدالت کے قیام کے ساتھ ساتھ انفرادیت واجتماعیت میں حُسن اخلاق کی تعلیم بھی موجود ہے کیونکہ جس طرح یہ عالمگیر دین ہے اسی طرح قرآن مجید بھی ایک عالمگیر اور اخلاقی کتاب ہے جو انسانیت کو عدل وانصاف کے ساتھ ساتھ اعلیٰ اخلاق کی ترغیب دیتا ہے کیونکہ قرآن کریم اخلاقی زندگی کا ایک دستور ہے اور اخلاق ہر دین کا جوہر ہوتا ہے اور کوئی بھی دین اور ایمان بغیر عقیدے اور اخلاق کے قائم نہیں رہ سکتا کیونکہ اس کے ذریعے ہی مخلوق میں امن وسلامتی قائم رہتی ہے۔

عدالت کا مفہوم

عربی لغات میں عدالت کے دو معنی زیادہ تاکید سے بیان کیے گئے ہیں:۔

۱۔ عدالت یہ ''عدل'' سے ماخوذ ہے جو ظُلم کی ضد ہے یعنی ایسا معاملہ جو افراط وتفریط کے درمیان والا ہو۔ ۱؎

بالفاظ دیگر انصاف پر مبنی معاملہ کو عدل کہتے ہیں۔

۲۔ عدل کا معنی ہے ''مساوات'' یعنی برابری ۲؎

جیسا کہ ارشاد باری ہے:

اَوْ عَدْلُ ذٰلِکَ صِیَامًا ۳؎

''یا اُسی کے برابر روزے رکھنے''

اسلام میں عدالت کی اہمیت

اسلام ایک ایسا دین ہے جس میں عدالت کو حکومتوں کے قیام کے ساتھ ساتھ لوگوں کے درمیان بھی اس کے قیام کو ضروری قرار دیا گیا ہے تا کہ مرد و عورت، مسلم وذمی اور سیاہ وسفید میں کوئی فرق نہ کیا جائے اور قرآن وحدیث میں بہت سی ایسی آیات واحادیث ہیں جو عدالت کی اہمیت پر واضح الدال ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَ یَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ وَ الْبَغْیِ ج یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ۴؎

''اللہ تعالیٰ عدل کا، بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم و زیادتی سے روکتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحتیں کر رہا ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو''

اور اسی طرح اگر کوئی فیصل اپنا فیصلہ سنانے لگا ہے تو اُس کے لئے قرآن میں حکم ہے:

وَ اِنْ حَکَمْتَ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۵؎

''اور اگر تو فیصلہ کرے تو ان میں عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کر عدل والوں سے اللہ محبت کرتا ہے''

اسی طرح حضرت عائشہؓ کی روایت ہے جس میں قبیلہ مخزومیہ کی ایک عورت نے چوری کی تو اُس کی معافی کی سفارش کے لئے قریش نے حضرت اُسامہؓ کو بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وایم اللہ لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا ۶؎

''اللہ کی قسم کہ اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اُس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا''

ان سے معلوم ہوا کہ اسلام میں عدالت کی کتنی اہمیت ہے کہ اگر عدل کے قیام کے لئے اپنا کوئی قریبی عزیز بھی قربان کرنا پڑے تو اُس سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔

عدل کا قیام

اسلام اس بات کا درس دیتا ہے کہ عدالت لوگوں کے درمیان اُن کے حقوق میں مساوات قائم کرنے کی اساس ہے اور اس کو ہر حال میں قائم کیا جائے گا چاہے کوئی بھی حالت ہو جائے انصاف کا دامن نہیں چھوڑا جائے چاہے مدمقابل کوئی بھی ہو اور قرآنی آیات میں بھی اسی کو بیان کیا گیا ہے کہ تمام احوال میں عدل کا قیام یقینی بنایا جائے۔

۱۔عزیز واقارب

قرآن اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ اگر انسان کی اپنی ذات، والدین یا عزیز واقارب کو عدل سے نقصان ہورہا ہو تو بھی عدل کو ہی قائم کرنا ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا كُونُوا قَوّٰمِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۷؎

''اے ایمان والو: عدل وانصاف پر مضبوطی سے جم جانے والے اور اللہ کے لئے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ گو وہ خود تمہارے اپنے خلاف ہو یا اپنے ماں باپ کے یا رشتے دار عزیزوں کے''

۲۔حقوق کی ادائیگی

لوگوں کے حقوق کی ادائیگی بھی عدل وانصاف کے ساتھ ہی قائم کی جائے اس میں بھی کسی امیر وفقیر یا مرتبے کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔جیسا کہ قرآن مجید میں ہی:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۸؎

''اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو عدل وانصاف سے فیصلہ کرو''

۳۔عداوت وناپسندیدگی

قرآن اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ تمہیں اپنے دشمن کی عداوت وناپسندیدگی بھی عدل کو قائم کرنے سے ہرگز نہ روکے بلکہ عدل ہی قائم کرنا ہے کیونکہ یہی تقوی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۹؎

''اے ایمان والو: تم للّٰہیت کے ساتھ حق پر قائم ہو جاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ۔ کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کر دے، عدل کیا کرو جو پرہیزگاری سے متصل ہے''

۴۔ جنگ وجدل

اللہ رب العزت مسلمانوں کو اس بات کا حکم دیتا ہے کہ اگر تم جنگ کی حالت میں بھی ہو تب بھی انصاف کا دامن نہیں چھوٹنا چاہئے بلکہ جنگ کے دوران میدان جنگ میں بھی عدل وانصاف کا ثبوت ہونا چاہئے اور کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں برتنی چاہئے۔

جیسا کہ اللہ رب العزت نے اپنے کلام میں فرمایا:

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْۤا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۱۰؎

''جن لوگوں نے تم سے ذہبی لڑائی نہیں لڑی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا، بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے''

یہ تمام آیات مبارکہ اس بات کی طرف نشاندہی کرتی ہیں کہ اسلام میں اس بات کی پُر زور طریقے سے تاکید کی گئی ہے کہ عدل وانصاف کے معاملے میں اگر اپنا یا کسی رشتہ دار کا نقصان ہوتا ہو تو ہو جانے دو لیکن دوسروں کے حقوق کی ادائیگی میں انصاف کے ساتھ معاملہ کرنا ہے چاہے

وہ تمہارا دشمن ہی کیوں نہ ہو جو میدانِ جنگ میں تمہارے ساتھ جنگ کر رہا ہو کیونکہ انصاف کرنے والوں کو اللہ رب العزت اپنا دوست بناتا ہے۔

نورسی کے افکارِ عدالت کا جائزہ

نورسی نے اپنے رسائل میں جیسے دیگر مضامین کو بیان کیا ہے ایسے ہی عدالت کو مختلف مقامات میں ذکر کرتے ہیں اور اس کی اہمیت وفضیلت کی وضاحت کے ساتھ ساتھ اس میں جو مختلف توجیہات بنتی ہیں ان کو بھی ذکر کرنے سے کنارہ کشی اختیار نہیں کرتے بلکہ نورسی نے عدالت کو مقاصد قرآن میں سے ایک مقصد بنایا ہے۔

۱۔رسائل النور کا منہج

نورسی نے رسائل النور کا منہج یہ ذکر کیا ہے:۔

رسائل النور کا منہج شفقت، عدل، حق اور ضمیر کے بارے میں بیان کرنا ہے۔[۱۱]

نورسی کے رسائل النور کے مناہج میں سے ایک عدل کا بیان ہے جس سے عدل کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ نورسی کے نزدیک عدل کی اس قدر اہمیت تھی کہ اس نے اس کو اپنے رسائل کا منہج ہی بنا دیا۔

۲۔اسم اعظم

نورسی کے نزدیک عدل یہ اسم اعظم میں سے ایک ہے کیونکہ اسم اعظم ایک نہیں ہے بلکہ یہ مختلف اور متباین ہیں جیسا کہ حضرت علیؓ کے نزدیک اسماء حسنی چھ ہیں:

۱۔ فردٌ

۲۔ حیٌّ

۳۔ قیومٌ

۴۔ حکمٌ

۵۔ عدلٌ

۲۔ قدوسؒ

اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حکم اور عدل یہ دونام ہیں اور شیخ گیلانیؒ کے نزدیک ایک ہی نام ''یاحیّ'' ہے اور امام ربانیؒ کے نزدیک ''قیوم'' ہے۔ ۱۲؎

۳۔عدالت عامہ

نورسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے عدالت عامہ کو اسی لئے بنایا ہے تاکہ وہ تمام عمومی اشیاء میں گھومتی رہے اور لوگوں کو حکم دیا کہ تم عدل کو قائم کرو کیونکہ عدل یہ حقائقِ قرآن اور اسلام کے دساتیر میں سے ایک ہے۔ ۱۳؎

نورسی نے قرآن کے مقاصد میں عدل کو ایک مقصد قرار دیا اور عدل کا مقصد یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ اسلام کے دساتیر میں سے ایک دستور ہے اور اس کا قائم کرنا ہر فرد کی ذمہ داری ہے کیونکہ یہ کسی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ عام ہے اور ہر ہر شے میں اس کو قائم کرنے کا حکم ہے۔

عدالت کی اقسام

نورسی نے عدالت کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے:۔

۱۔ عدالت محضہ

۲۔ عدالت اضافیہ

اور ان دونوں کو جنگ جمل کے واقعہ میں واضح کیا ہے:

جنگ جمل جس میں حضرت علیؓ اور ان کی جماعت ایک طرف تھی اور حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ دوسری طرف تھے وہ معرکہ عدالت محضہ اور عدالت اضافیہ کے درمیان تھا کیونکہ حضرت علیؓ نے ملک میں اپنے احکامات کے نفاذ میں عدالت محضہ کو اساس بنایا اور اُنہوں نے شیخین کا طرز اپناتے ہوئے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کیا، جبکہ حضرت علیؓ کے معارضین نے عدالت اضافیہ کی بنیاد پر اجتہاد کیا اور دو شرور میں سے چھوٹے شر کو اختیا

رکیا۔لہٰذا عدالت محضہ اور عدالت اضافیہ میں فرق یہ ہے کہ عدالت محضہ میں شخص واحد اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرتا ہے اور اس میں ایک شخص کو جماعت کی حفاظت کے لئے قربان نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی کوئی چھوٹا بڑا ہوگا کہ کسی چھوٹے کو بڑے کے لئے قربان کر دیا جائے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِى الۡاَرۡضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيۡعًا

''جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اُس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا''

اور عدالت اضافیہ میں شخص واحد کا اعتبار نہیں کیا جاتا بلکہ اجتماعیت کا لحاظ کیا جاتا ہے اور ایک جزء کو جماعت کی حفاظت کے لئے قتل کر دیا جاتا ہے کیونکہ اس میں چھوٹی مصیبت کو بڑی مصیبت سے بچنے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔۱۵؎

نورسی نے جنگ جمل کے واقعے میں عدالت کی دونوں قسموں کو محمول کیا ہے اور حضرت علیؓ کو عدالت محضہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے بتایا کہ اُنہوں نے ایک شخص کی حفاظت کے لئے بھی عدل کو اپنایا اور اکثریت کا لحاظ نہیں کیا جبکہ اُن کے معارضین نے جماعت کی حفاظت کو انفرادیت پر ترجیح دی اور عدالت اضافیہ کو اختیار کیا۔

ارکان عدالت

نورسی نے عدالت کے تین ارکان بیان کیے ہیں:

۱۔ عدالت اجتماعی

۲۔ عدالت اقتصادی

۳۔ عدالت سیاسی

۱۔عدالت اجتماعی

عدالت اجتماعی یہ ہے کہ عدالت اجتماعی طور پر نافذ کی جائے اور ہر حق والے کو حق دیا

جائے اور جو کوئی بھی اس عدالت کے نفاذ میں مخل ہو تو اُس کی تادیب بھی کی جائے۔[۱۶]

نورسی نے یہ کوئی اپنی الگ سے تحقیق نہیں بیان کی بلکہ ابتداء میں جو قرآنی آیات و احادیث مبارکہ ذکر کی گئی تھیں یہ اُن کا ہی مفہوم ہے جس کو نورسی نے اپنے الفاظ میں ڈھال لیا ہے۔

۲۔ عدالت اقتصادی

عدالت اقتصادی یہ ہے کہ انفاق مال میں افراط وتفریط کی بجائے میانہ روی برتی جائے اور انفرادی واجتماعی معاملات میں کوئی اسراف نہ کیا جائے۔[۱۷]

یہ بھی نورسی کے کوئی اپنے تحقیقی الفاظ نہیں ہیں بلکہ یہ بھی نبی اکرم ﷺ کی حدیث کا مفہوم ہے۔ جیسا کہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الاقتصاد فی النفقۃ نصف المعیشۃ[۱۸]

''خرچ میں میانہ روی اختیار کرنا آدھی معیشت ہے''

اسی کو نورسی نے اپنے انداز میں بیان کر دیا۔

۳۔ عدالت سیاسی

عدالت سیاسی کا مطلب ہے کہ سیاسی اُمور میں عدالت کا اعتبار کرنا اور نورسی کہتے ہیں کہ حکومت شرعیت اور سیاست کے ساتھ تین اُمور میں متصف ہوتی ہے:

۱۔ عدالت

۲۔ شوریٰ

۳۔ قانون میں قوت کا حصر[۱۹]

نورسی نے سیاسی معاملات میں عدالت کو تین اُمور میں اول قرار دیا ہے کہ اگر سیاسی معاملات میں عدل ہوگا تو نظام درست رہے گا ورنہ نہ ہی نظام درست رہے گا اور نہ ہی حکومت قائم رہ سکتی ہے کیونکہ عدالت کے بغیر سیاست قائم ودائم نہیں رہ سکتی۔

الغرض نورسی نے عدالت کی اتنی اہمیت بیان کی ہے کہ اُس نے اس میں اکابرین کے اقوال کی روشنی میں عدل کو اسم اعظم قرار دیا۔ اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو عدالت کے بارے میں نورسی نے زیادہ تر قرآن و احادیث اور اکابرین کے اقوال کو ذکر کر کے اُن کو اپنے طرز میں بیان کیا ہے اور اس میں مختلف تقسیمات بیان کی ہیں اور نورسی نے اس کو رسائل النور میں بہت مقامات میں ذکر بھی کیا ہے لیکن عدالت کو دیگر مضامین کی طرح جدید اور الگ انداز سے بیان نہیں کیا بلکہ صرف الفاظ کی تبدیلی سے ہی اس کو ذکر کر دیا۔

اخلاق کا مفہوم

اخلاق یہ خلق کی جمع ہے اور لغت میں اس کے مختلف معانی بیان کیے گئے ہیں:۔

۱۔ خَلق کے اصل معنی ہیں پوری طرح اندازہ لگانا اور کبھی یہ ابداع کے معنی میں بھی آجاتا ہے یعنی کسی چیز کو بغیر مادہ کے اور بغیر کسی کی تقلید کے پیدا کرنا۔

جیسا کہ آیت کریمہ ہے:

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۲۰۔

''اُس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا''

اس آیت میں خَلق بمعنی ابداع ہی ہے کیونکہ دوسری آیت مبارکہ میں ہے:

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۲۱۔

''وہ زمین وآسمان کا ابتداً پیدا کرنے والا ہے'' ۲۲۔

۲۔ ''خُلق'' خا کے ضمہ اور لام کے سکون کے ساتھ اس کا معنی ہے عادت وطبیعت ۲۳۔

ان سے معلوم ہوا کہ انسان کی عادات وتصرفات کو اخلاق کہتے ہیں۔

سعید نورسی

نورسی نے اخلاق کے مفہوم کو مکمل قرآنی فکر کے ساتھ اسلام کی روشنی میں بیان کیا ہے اور اُس کو وضاحت کے ساتھ ذکر کیا ہے جس کا مفہوم ہے:۔

اخلاق یہ ہے کہ انسان اپنے دل میں دین کو مضبوط کرے اور اُس پر عمل پیرا ہو اور غیر

ضروری حرکات سے اجتناب کرے اور اس بات کا یقین کرے کہ ہمارا مشرب محبت سے محبت اور خصومت سے خصامت کرنا ہے یعنی مسلمانوں کے مابین محبت کے لشکروں کی امداد کرنا اور خصومت پیدا کرنے والوں کو دور بھگانا ہے، اور ہمارا مسلک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق کی پیروی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو زندہ کرنا، اور ہماری مُرشد شریعت مطہرہ ہے، اور ہماری تلوار براہین قاطعہ ہیں اور ہمارا ہدف اعلاءِ کلمۃ اللہ ہے۔ [۲۴]

نورسی نے دین اسلام کی روشنی میں اخلاق کا مفہوم بیان کر دیا کہ جو شخص شریعت کے مطابق عمل کرے گا اور اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق کی پیروی کرتے ہوئے اُن کی سنت کو زندہ رکھے گا تو ہی اچھے اخلاق کا حامل ہوگا اور اُس میں دین بھی مضبوط ہوگا اور اس کے برعکس جو ایسے کردار و اعمال کا حامل نہیں ہوگا اُس میں دین کی کمزوری ہوگی جس کی بناء پر وہ بُرے اخلاق کی طرف راغب ہوگا کیونکہ اخلاق میں میانہ روی اشد ضروری ہے جس کی وجہ سے ہی وہ دین پر گامزن ہوسکتا ہے جیسا کہ نورسی نے ''رسائل النور'' میں بھی یہ بات بیان کی ہے:

ان الافراط و التفریط فی الاخلاق یفسد ان الاستعدادات [۲۵]

''اخلاق میں افراط وتفریط صلاحیتوں کو خراب کر دیتی ہیں''

اخلاق میں میانہ روی انتہائی ضروری ہے اس کے بغیر انسان عُمدہ اخلاق کے ساتھ متصف نہیں ہوسکتا کیونکہ جب وہ افراط یا تفریط کا مرتکب ہوگا تو یقیناً وہ اپنے آپ کے ساتھ بھی انصاف نہیں کر پائے گا چہ جائیکہ وہ دوسروں کے ساتھ انصاف کرے لہٰذا اخلاق میں میانہ روی سے ہی بہتری آئے گی۔

مصادر الاخلاق

نورسی نے اخلاق کا جو مفہوم بیان کیا ہے اُس کی روشنی میں اخلاق کے تین مصادر سامنے آتے ہیں جن کو نورسی نے ''رسائل النور'' میں مختلف مقامات میں بیان بھی کیا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:۔

۱۔ فطرت

۲۔ قرآن

۳۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۔ فطرت

انسان کی فطرت یعنی اُس کی طبیعت ہی اللہ نے یہی بنائی ہے کہ وہ حق بات کو فوراً قبول کرلے گا اور اچھائی کے راستے کو اختیار کرے گا اور یہی دین ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۲۶؎

''اللہ کی وہ فطرت جس پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کے بنائے کو بدلنا نہیں یہی درست دین ہے''

اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

مامن مولود الایولد علی الفطرة فابواہ یھوادانه او ینصرانه او یمجسانه ۲۷؎

''ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اُس کے والدین اُس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں''

ان دونوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش سے ہی یہ فطرت بنائی ہے کہ وہ خیر وبھلائی کا راستہ اختیار کرتے ہوئے کمال کا درجہ حاصل کر لیتا ہے اور اخلاق حمیدہ کے ساتھ متصف ہوتا ہے اور اخلاق رذیلہ سے اجتناب کرتا ہے۔

۲۔ قرآن

نورسی نے قرآن سے بھی اخلاق کا استنباط کیا ہے کیونکہ قرآن پر انسان کے اخلاق مبنی ہوتے ہیں اور قرآن ہی اخلاق کی بنیاد ہے جیسا کہ نورسی نے کہا ہے:

اخلاق کے اصول قرآن دیگر دینی کُتب کے مقابلے میں بہت عالی ہیں اور اُمتوں کے اخلاق مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے تھے لیکن قرآن عظیم نے اخلاق کے اصولوں کو تبدیل

نہیں ہونے دیا بلکہ اس کو دائمی رکھا یہی وجہ ہے کہ کسی دین میں ایسا اتفاق نہیں ملے گا جو کہ اسلام میں ہے کیونکہ اس کا اثر دائمی ہے۔ ۲۸ ؎

نورسی نے اصل میں حدیث کو بنیاد بنا کر قرآن کو مصدر قرار دیا ہے کیونکہ حدیث میں اس کو پہلے ہی مصدر قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے متعلق فرمایا:

کان خلقه القرآن ۲۹ ؎

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق قرآن تھا''

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اخلاق کو قرآن کے مطابق ڈھالتے تھے کیونکہ جو قرآن میں حکم ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسی کی تعمیل کرتے اور اسی کو نورسی نے اخلاق کے مصادر میں سے ایک مصدر بنالیا۔

۳۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نورسی نے اخلاق کے تین مصادر میں سے آخری مصدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک کو قرار دیا ہے جیسا کہ اُس نے بیان کیا ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر عمل صدق پر مبنی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخی حیات اس بات پر شاہد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلق عظیم کے مالک تھے اور اس بات پر اجماع ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائل سب کے سب عالی ہیں۔ ۳۰ ؎

نورسی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کو مصدر قرار دیا ہے یہ بھی درحقیقت قرآن سے ہی نقل کیا ہے کیونکہ قرآن میں اللہ رب العزت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے متعلق ذکر کیا ہے:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ۳۱ ؎

''اور بیشک تو بہت بڑے اخلاق پر ہے''

اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۳۲؎

''یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ موجود ہے''

ان دونوں آیات میں نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کو اُمت کے لئے مصدر ہی قرار دیا گیا ہے کیونکہ آپ ﷺ خلق عظیم کے مالک تھے اور آپ ﷺ کی زندگی پوری اُمت کے لئے بہترین نمونہ تھی اور یہ تب ہی ممکن ہوگا جب آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہوگی اور چونکہ ایسا ہے اسی لئے آپ ﷺ کے اخلاق اُمت کے لئے مصدر رہیں کہ ان سے ہم استنباط کر سکتے ہیں۔

فساد اخلاق

نورسی نے ایسے اخلاق کے متعلق جو اعمال و اخلاق میں فساد پیدا کرتے ہوں اُن کو بھی بیان کیا ہے تاکہ اُن سے اجتناب کیا جا سکے جیسا کہ بیان کیا ہے:

ایسے اعمال و اخلاق برے اور خسیسہ ہوتے ہیں جن کی کوئی اہمیت اور قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ ۳۳؎

فساد اخلاق کے اسباب

نورسی نے فساد اخلاق کے درج ذیل اسباب بیان کیے ہیں:۔

۱۔ فقر

۲۔ جہل

۳۔ نشر و اشاعت کے ذرائع

۱۔ فقر

انسان فقر کی بناء پر حرام کھانے کے لئے حیلہ کرتا ہے جس سے اخلاق میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ ۳۴؎

۲۔ جہالت

ہمارے دشمن جو ہماری مخالفت کرتے ہیں وہ اصل میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے رکاوٹ پیدا کرتے ہیں کیونکہ وہ اس کی حقانیت سے جاہل ہیں جس کی وجہ سے اُن کے اخلاق میں خرابی پیدا ہوئی۔ ۳۵۔

۳۔نشرواشاعت کے ذرائع

نورسی نے نشرواشاعت کی اہمیت کا انکار نہیں کیا بلکہ وہ اس بات کو مانتے ہیں کہ اسلام کی اشاعت میں نشرواشاعت کے ذرائع کی بہت اہمیت ہے لیکن نورسی کہتے ہیں کہ نشرواشاعت میں اسلام کے خلاف غلط اقسام کے پروپیگنڈے بھی کیے جاتے ہیں جس سے بھی اخلاق میں خرابی ہوتی ہے۔ ۳۶۔

نورسی نے ان تینوں (فقر، جہل اور نشرواشاعت کے ذرائع) کو فساد اخلاق کے اسباب بنائے ہیں کہ اخلاق میں جو خرابی آتی ہے وہ عموماً ان تینوں کی وجہ سے ہی پیدا ہوتی ہے اس لئے انسان کو جہاں اخلاق حمیدہ کو اپنانے کی تگ ودو کرنی چاہئے وہیں ان اسباب رذیلہ سے احتراز بھی کرنا چاہئے۔

الغرض نورسی نے اخلاق کا جو مفہوم بیان کیا ہے اور اخلاق کے جو تین مصادر مقرر کیے ہیں وہ اُن کی الگ سے کوئی تحقیق نہیں ہے بلکہ وہ سب قرآن وحدیث کی روشنی میں ہی ذکر کیا ہے اور قرآن وحدیث کی ہی روشنی میں اخلاق کے تین مصادر مقرر کیے ہیں لیکن جس انداز کو نورسی نے اختیار کیا ہے وہ ایک جدید طرزِ انداز ہے جس سے قاری کے لئے دلچسپی پیدا ہوتی ہے کیونکہ یہ بات مسلمہ ہے کہ جدید انداز کو عوام الناس پسند کرتی ہے جبکہ یہ باتیں قرآن وحدیث میں بھی بالکل عیاں ہیں لیکن نورسی نے ان کو ایک الگ انداز سے ڈھال کر اس میں مزید چاشنی پیدا کردی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، ج:۹، ص:۲۶۸

۲۔ ابن منظور، لسان العرب، ج:۶، ص:۴۳۱۵

۳۔ المائدہ:۹۵

۴۔ النحل:۹۰

۵۔ المائدہ:۴۲

۶۔ قشیری، الجامع الصحیح المسلم، کتاب الحدود، باب: قطع السارق الشریف وغیرہ والنہی عن الشفاعۃ فی الحدود، رقم الحدیث:۱۶۸۸

۷۔ النساء:۱۳۵

۸۔ ایضا:۵۸

۹۔ المائدہ:۸

۱۰۔ الممتحنہ:۸

۱۱۔ نورسی، الشعاعات، ص:۴۰۶

۱۲۔ نورسی، اللمعات، ص:۵۷۱

۱۳۔ ایضا، ص:۵۲۶

۱۴۔ المائدہ:۳۲

۱۵۔ نورسی، المکتوبات، ص:۶۷۔۶۶

۱۶۔ نورسی، الکلمات، ص:۹۱

۱۷۔ نورسی، اللمعات، ص:۲۱۵

۱۸۔ بیہقی، احمد بن حسین، الجامع لشعب الایمان، باب: فی الاقتصاد فی النفقۃ وتحریم اکل المال بالباطل، رقم الحدیث:۶۱۴۸

۱۹۔ نورسی، صیقل الاسلام، ص: ۵۲۵
۲۰۔ النحل: ۳
۲۱۔ البقرہ: ۱۱۷
۲۲۔ راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، ص: ۱۵۷
۲۳۔ رازی، مختار الصحاح، ص: ۷۸
۲۴۔ نورسی، سیرۃ ذاتیۃ، ص: ۱۰۲
۲۵۔ نورسی، صیقل الاسلام، ص: ۱۳۹
۲۶۔ الروم: ۳۰
۲۷۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع المسند المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسننہ وایامہ
، بیروت:
دار ابن کثیر، ۲۰۰۲ء، کتاب الجنائز، باب: اذا اسلم الصبی فمات ہل یصلی علیہ وہل
یعرض علی الصبی الاسلام، رقم الحدیث: ۱۳۵۸
۲۸۔ نورسی، اشارات الاعجاز فی مظان الایجاز، ص: ۲۸۵
۲۹۔ ملا علی قاری، جمع الوسائل فی شرح الشمائل، مصر: مصطفی البابی، س: ن، باب ماجاء فی
خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ج: ۲، ص: ۱۵۰
۳۰۔ نورسی، صیقل الاسلام، ص: ۱۴۳۔ ۱۴۲
۳۱۔ القلم: ۴
۳۲۔ الاحزاب: ۲۱
۳۳۔ نورسی، الکلمات، ص: ۱۴۰
۳۴۔ نورسی، سیرۃ ذاتیۃ، ص: ۱۴۰
۳۵۔ ایضا، ص: ۹۸
۳۶۔ ایضا، ص: ۱۰۰

تعلیم وتکریم انسانیت کا بیان

اللہ رب العزت نے انسان کو کائنات کی عظیم ترین مخلوق قرار دیا ہے اور اسی کے واسطے باقی مخلوقات کو اس کا تابع بنایا تا کہ حضرت انسان کو سہولت و آسانی میسر رہے اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیگر تمام مخلوقات سے امتیاز وفضیلت عطا فرمائی ہے جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا[۱]

''یقیناً ہم نے اولادِ آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت عطا فرمائی''

اللہ ربّ العزت نے زمین وآسمان اور جتنی بھی نعمتیں زمین وآسمان میں موجود ہیں سب انسان کے لئے ہی پیدا فرمائیں جس سے انسان کی شان وعظمت کا علم ہوتا ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا[۲]

''وہی اللہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی کل چیزوں کو پیدا کیا''

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ[۳]

''اور آسمان وزمین کی ہر ہر چیز بھی اس نے اپنی طرف سے تمہاری مطیع کر دی''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں انسان کی تکریم وتفضیل کو بالکل واضح طور پر بیان کیا ہے کہ ہر چیز انسان کی آسانی اور اُس کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہے اور اسی کی پیروی کرتے ہوئے نورسی نے بھی اپنے رسائل میں انسان کی عظمت کو بیان کیا ہے۔

۱۔افضل مخلوق

انہیں آیات کی روشنی میں نورسی کہتے ہیں کہ انسان افضل ترین مخلوق ہے جو کہ اللہ رب العزت کے اسمائے حسنہ اور تمام صفات جلیلہ کی وساطت سے سعادت اخروی اور دائمی بقاء کی دعا کرتا ہے۔[۴]

کیونکہ یہ ایک ایسی دعا ہے جس کا سوال صرف اور صرف وہی کرسکتا ہے جو مخلوقات میں سے افضل ترین مخلوق ہو، اور کائنات کی افضل ترین مخلوق انسان ہی ہے کیونکہ یہ تخلیق وتکوین اور حُسن وجمال میں کامل ترین ہے۔

جیسا کہ نورسی نے ذکر کیا ہے:

> ہر ذی شعور اس بات کو جانتا ہے کہ اللہ سبحانہ نے انسان کو سب سے بہترین پیدا کیا اور اُس کی سب سے اچھی تربیت کی اور اس کو سب سے عمدہ اعضاء سے نوازا جیسے عقل اور دل، جو اُس کو سعادت ابدی کی طرف لے کر چلتی ہے۔[۵]

نورسی نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ انسان اس کائنات کی سب سے عظیم اور افضل ترین مخلوق ہے اور باقی سب مخلوقات اُس کے تابع ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی نعمتوں سے نوازا ہے جن سے دیگر مخلوقات محروم ہیں۔اور یہ بات حتمی ہے کہ انسان سے زیادہ خوبصورت ، حسین وجمیل اور عقل وشعور والی کوئی دوسری مخلوق نہیں ہے اسی وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے۔

۲۔انسان عالم اصغر

نورسی نے ''رسائل النور'' میں انسان کی اتنی اہمیت وعظمت ذکر کی ہے کہ انسان کو عالم اصغر قرار دیا ہے۔جیسا کہ نورسی لکھتے ہیں:

وکل انسان عالما اصغر[۶]

''ہر انسان عالم اصغر ہے''

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام درختوں کو پیدا کیا اور انسان کو اس عالَم کے لئے معنوی بیج اور پھل کے مشابہ قرار دیا جو کہ تمام اسمائے الٰہیہ کا مظہر اور عکاس ہے اور تمام کائنات کو اُس کے لئے مرتب کرتے ہوئے اُس کو زمین کا خلیفہ بنایا۔۷؎

نورسی نے اس میں انسان کو کائنات کا مظہر قرار دیتے ہوئے اُس کو عالمِ اصغر قرار دیا ہے کیونکہ نورسی نے اس جہاں کو ایک درخت کے مشابہ قرار دیا ہے اور انسان کو اُس کا ایک بیج اور پھل کے مشابہ قرار دیا ہے اور جیسے کسی درخت کا پھل شجرِ اصغر کی مثل ہوتا ہے اسی طرح انسان بھی عالمِ اصغر کی مانند ہے۔

۳۔خلیفہ

اللہ رب العزت نے انسان کو اس دنیا میں اپنا جانشین بنا کر بھیجا ہے جو کہ انسانیت کا امتیاز ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَاِذْقَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ ''فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ۸؎

''جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں''

یہ انسانیت کا طرۂ امتیاز ہے کہ اُس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ چُنا اور انسان چاہے مرد ہو یا عورت دونوں کو اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا۔ اور دونوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کی اپنی اپنی حیثیت سے شان منتخب کرتے ہوئے ان کو احکامات دیئے۔

۴۔حجاب

عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کی عظمت کی وجہ سے ہی حجاب کا حکم دیا۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ۹؎

''اے نبی اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ

وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں''

نورسی نے اس آیت مبارکہ کو 'رسائل النور'' میں ذکر کر کے کہا:

کہ یہ آیت حجاب کا حکم دیتی ہے اور یہی حکم ربانی ہے جبکہ عام طور پر حجاب کو عورتوں کے لئے فطرت شمار نہیں کیا جاتا بلکہ اُس کو عورتوں کے لئے قید تصور کیا جاتا ہے۔۱۰؎

نورسی نے اس آیت مبارکہ کی روشنی میں حجاب کو عورت کے لئے اعزاز قرار دیا ہے نہ کہ اُس کو قید وظلم وزیادتی بنایا ہے جیسا کہ عام طور پر آج کل اس سوچ کو فروغ دیا جارہا ہے اور حجاب کو عورت کی آزادی کو سلب کرنے کے مترادف قرار دیا جارہا ہے لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے بلکہ عورت کی عزت وتکریم حجاب میں ہے نہ کہ بے حجابی میں۔

نورسی حجاب کی درج ذیل حکمتیں بھی بیان کرتے ہیں:۔

پہلی حکمت

عورت کی فطرت حجاب کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ عورت کی فطرت میں نرمی اور ضُعف ہے، عموماوہ اجنبی مردوں سے خوف رکھتی ہیں اور یہ خوف اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ پردے میں ہوں اور بغیر حجاب کے مردوں کے سامنے نہ آئیں۔۱۱؎

دوسری حکمت

خاوند اور اُس کی بیوی کے درمیان محبت گہری ہونی چاہئے کیونکہ عورت اپنے خاوند کی صرف اس دنیا میں شریک حیات نہیں ہے بلکہ وہ تو اُس کی ابدی رفیقہ ہے جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ بیوی کی طرف اُس کے دائمی رفیق کے علاوہ کوئی بھی التفات نہ کرے تا کہ وہ اُس کو غصے اور غیرت پر نہ اُبھارے۔ کیونکہ جس عورت کا شوہر مومن ہو تو اُس کا ایمان اس بات کا حکم دیتا ہے کہ اُس کی محبت صرف اس دنیا تک محصور نہیں ہونی چاہئے جو اُس کی رفیقہ کے حُسن وجمال اور شباب تک محدود رہے بلکہ وہ تو اُس کی دائمی شریکہ ہے اور اُس کی محبت اُس کے حسن وشباب کے زوال کے باوجود کم نہیں ہونی چاہئے اور انسانیت بھی اسی بات کا تقاضا کرتی ہے۔۱۲؎

نورسی نے اس حکمت میں جس طرح عورت کے متعلق کہا کہ وہ غیر مردوں کے سامنے بے حجاب ہو کر نہ آئے کیونکہ اُس کا شوہر اُس کا دائمی رفیق ہے تو اُس کی حمیت کا تقاضا ہے کہ وہ حجاب میں رہے تاکہ غیر مرد اُس کی طرف التفات نہ کریں اسی طرح یہ مرد کے لئے بھی لازم ہے کہ وہ بھی اپنی بیوی کے علاوہ اجنبی عورتوں کی طرف متوجہ نہ ہو کیونکہ اُس کی محبت اپنی ابدی بیوی کے لئے ہونی چاہئے۔

تیسری حکمت

زوجین کے درمیان اعتبار و احترام کا رشتہ ہوتا ہے جو اُن میں محبت اور وفا کا باعث ہوتا ہے اور وہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ بے حجابی سے اس احترام اور محبت کے تبادلے میں فساد نہ آجائے۔ ۱۳

حجاب کی ان تینوں حکمتوں میں نورسی نے درحقیقت عورت کی عظمت کو بیان کیا ہے کہ عورت کو حجاب کا حکم اس لئے دیا گیا ہے تاکہ اُس کی عزت محفوظ رہے کیونکہ جب بے حجابی ہوگی تو عورت کی بے توقیری ہوگی اور اجنبی مردوں کے لئے وہ دعوتِ گناہ ہوگی جس سے اُس کے اور اُس کے خاوند کے رشتے میں شکوک وشبہات کی وجہ سے ضُعف پیدا ہوگا لہٰذا حجاب میں ہی عورت کی اور اُس کے شوہر کی تکریم ہے جو کہ اُس کا دائمی رفیق ہے۔

تعلیمِ انسانیت

تعلیمِ انسانیت انسان کی تکریم کی سب سے بڑی وجہ ہے کیونکہ انسان کم عقل اور نحیف جسم کا مالک ہوتا ہے لیکن جب وہ علم کی دولت سے بہرہ ور ہوتا ہے تو اُس کو ایک مضبوط ترین بنا دیتا ہے اور تعلیم ہی کی بدولت انسان کو اتنا عظیم رُتبہ عطا کیا گیا کہ اُس کو مسجود ملائکہ بنا دیا گیا۔

تعلیم کی اہمیت

اسلام میں تعلیم کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے اور قرآن وحدیث میں تعلیم وتعلم کی ترغیب بھی دی گئی ہے جس سے تعلیم کی اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ہ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ [۱۴]۔

''آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے ہیر پھیر میں یقیناً عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں، کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے اور آسمان و زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) اے ہمارے پروردگار تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا، تو پاک ہے پس ہمیں عذاب آگ سے بچا لے۔''

ایک اور مقام پر اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ہ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ [۱۵]۔

''یقین والوں کے لئے تو زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور خود تمہاری ذات میں بھی، تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟''

اسلام کا منہج یہ ہے کہ دین ودنیا کی اصلاح لئے انسان کے لئے طلب علم فرض قرار دیا گیا ہے تا کہ وہ اپنی عقل وفکر کا استعمال کرتے ہوئے حقائق یقینیہ کا ادراک کر سکے اور اپنے علم کے ذریعے اس بات کی معرفت حاصل کر لے کہ اُس نے کیسے اور کیا اعمال انجام دینے ہیں۔

۱۔ فوقیت کا معیار

نورسی نے ''رسائل النور'' میں بھی تعلیم کی اہمیت کو بیان کیا ہے اور تعلیم کی بنیاد پر انسان کو خلافت میں ملائکہ پر فوقیت کا حق دار ٹھہرایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا [۱۶]۔

''اور اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو تمام نام سکھائے''

اس آیت کی وضاحت میں نورسی یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت آدمؑ کی خلافت کبری کے دعوی میں معجزہ کبری ہے کیونکہ اس میں اللہ رب العزت یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اسماء کی تعلیم کی بدولت ہی تمہارے باپ آدمؑ کو ملائکہ پر خلافت کے دعوی میں فوقیت حاصل ہوئی اور تم اُس کی

اولاد اور وارث ہو تو تم پر لازم ہے کہ تم بھی تمام اسماء کو سیکھو تاکہ تم اپنی فوقیت کو مخلوقات کے سامنے ثابت کر سکو اور تم کائنات میں عالی مقام حاصل کر لو، میں نے تمہارے لئے اس زمین کو مسخر کیا اور راستے تمہارے لئے کھول دیئے تاکہ تم اس میں پیش قدمی کرو اور میرے اسماء حسنہ کے تمام اسماء کو مضبوطی سے تھامو، پھر میرے اسماء میں غور وفکر کرو اور اپنے علوم کو آسمان کی بلندیوں تک پہنچنے کے لئے سیڑھی بنالو تاکہ تم اپنے علوم اور کمالات کے حقائق اور منبعِ اصل کو حاصل کر لو۔ ۱۷؎

نورسی نے اس میں یہ بات واضح طور پر بیان کر دی کہ انسان کو خلافت کا حق دار صرف اور صرف تعلیمِ اسماء کی وجہ سے قرار دیا گیا ہے اور یہی انسانیت کی فضیلت کی اساس ہے اور اللہ رب العزت نے اسی کی وجہ سے انسان کو دیگر مخلوقات کی بانسبت اہمیت دی ہے اور یہ تلقین کی ہے کہ اگر ہم عروج واوجِ ثریا کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اسی تعلیم کی روش کو اپناتے ہوئے اس مقام کو حاصل کر سکتے ہیں بلکہ اگر ہم صرف اسماء حسنہ میں ہی غور وفکر کرتے ہوئے اُن کا ادراک کر لیں تو بھی یہ ہمارے لئے بلندی کا زینہ ہی ہوگا۔

۲۔ عقل وقلب کا نور

نورسی نے تعلیم کو عقل وقلب کے لئے ضیاء ونور قرار دیا ہے۔

جیسا کہ نورسی نے ذکر کیا ہے:

ضیاء القلب هو العلوم الدينية و نور العقل هو الفنون المدنية و بامتزاجها تتجلى الحقيقة و بافتراقها تتولد الحيل و الشبهات في هذا و التعصب الذميم في ذلك ۱۸؎

”علوم دینیہ دل کی روشنی ہیں اور فنون مدنیہ عقل کا نور ہے، اوران دونوں کے ملاپ سے ہی حقیقت واضح ہوتی ہے اوران دونوں کے جدا ہونے سے ان میں حیلے وشبہات اور مذمتی تعصب جنم لیتے ہیں“

نورسی نے اس میں تعلیم کی اہمیت کو مزید آشکار کر دیا کہ دینی علوم سے انسان کے دل کو روشنی ملتی ہے اور عصری علوم سے اُس کی عقل وذہانت میں اضافہ ہوتا ہے اور جب یہ دونوں (دینی

وعصری) علوم اکٹھے ہوں تو حقیقت واضح ہوجاتی ہے اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کو نہ سیکھا جائے تو انسان میں تعصب، ایک دوسرے کی مذمت کرنا اور دینی معاملات میں حیل وحجت نکالنا یہ عادات جنم لیتی ہیں۔اسی وجہ سے جتنی اہمیت دینی علوم کی ہے اُتنی ہی عصری علوم کی ہے تاکہ انسان میں درج بالا خامیاں پیدا نہ ہوں کیونکہ اگر انسان کسی ایک علم سے واقف ہوگا اور دوسرے علم سے جاہل ہوگا تو اُس کو کسی مسئلہ میں پیدا ہونے والی پیچیدگیاں اور مشکلات کا احساس نہیں ہوگا اور نتیجتاً وہ اس میں غلط قسم کے حیل وحجت اور شبہات میں گرفتار ہوجائے گا، اس لئے دینی وعصری دونوں علوم کی اپنی پنی اہمیت ہے۔

۳۔حصولِ سعادت

علم کی بدولت انسان کو سعادت مندی حاصل ہوتی ہے اور انسان انفرادی واجتماعی حیثیت سے جب تعلیم یافتہ ہوتا ہے تو سعید ہوجاتا ہے۔جیسا کہ نورسی نے ذکر کیا ہے:

احکامِ الٰہی کی معرفت اور اُس کے نفاذ کا علم ہونا ضروری ہے تاکہ فرد نیک بخت ہوجائے اور جماعت بھی سعادت مند ہوجائے۔۱۹؎

اس سے معلوم ہوا کہ جہالت انسان کو گمراہیوں کی طرف دھکیل دیتی ہے اور اُس کو شقی بنا دیتی ہے جبکہ علم کے بہت سے فوائد ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ علم انسان کو سعادت مند بنا دیتا ہے کیونکہ ہر فرد کو اتنا معلوم ہونا چاہئے کہ اُس نے کیا عمل کرنا ہے؟ اور کیا ترک کرنا ہے؟ تاکہ وہ جہالت کے دائرہ سے نکل جائے۔

الغرض نورسی نے تعلیم وتکریم انسانیت کو بہت ہی عمدہ انداز سے بیان کیا ہے جس سے انسان کی دیگر مخلوقات بالخصوص ملائکہ پر اُس کی فوقیت اور تعلیم کی بدولت خلافت کا حق دار ہونا بیان کیا ہے۔جس کی وجہ سے انسان کائنات کی سب سے افضل ترین مخلوق بن گئی اور تعلیم کو انسان کے لئے ضیاء ونور قرار دیا جو اُس کو راہ راست سے بھٹکنے نہیں دیتا اور انسان کو اتنا عظیم کر دیتا ہے کہ وہ سعادت مندی کو حاصل کرنے والا ہوجاتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ الاسراء:۷۰
۲۔ البقرہ:۲۹
۳۔ الجاثیہ:۱۳
۴۔ نورسی،الشعاعات،ص:۲۶۵
۵۔ ایضا،ص:۲۶۸
۶۔ ایضا،ص:۶۴۵
۷۔ ایضا،ص:۲۰۷
۸۔ البقرہ:۳۰
۹۔ الاحزاب:۵۹
۱۰۔ نورسی،اللمعات،ص:۲۹۹
۱۱۔ ایضا،ص:۳۰۱۔۳۰۰
۱۲۔ ایضا،ص:۳۰۱
۱۳۔ ایضا،ص:۳۰۲
۱۴۔ آل عمران:۱۹۱۔۱۹۰
۱۵۔ الذاریات:۲۱۔۲۰
۱۶۔ البقرہ:۳۱
۱۷۔ نورسی،الکلمات،ص:۲۹۰
۱۸۔ ایضا،المثنوی،ص:۱۴
۱۹۔ ایضا،الکلمات،ص:۹۸

عصرِ حاضر میں سعید نورسی کے قرآنی افکار کی اہمیت

بدیع الزمان سعید نورسی بیسویں صدی عیسوی کے اُن جید علماء میں سے ہیں جنہوں نے اپنے عمل وکوششوں سے امت مسلمہ کو درپیش مسائل وچیلنج سے نمٹنے اور عزم مصمم کے ساتھ اُن کا سامنا کرنے کا حوصلہ دیتے ہوئے اُمت مسلمہ کو اس بات کا شعور دیا کہ عصرِ حاضر میں سیاسی ،ثقافتی ،معاشی اور معاشراتی مسائل کا حل صرف اور صرف قرآنی آیات میں ہی بند ہے۔یہی وجہ ہے کہ سعید نورسی نے اپنے قرآنی افکار کے ذریعے عوام الناس میں پیدا شدہ انتشار وافتراق ،محکومی وغلامی اور مغربی ثقافت کو دور کرتے ہوئے اُن کو ایک مقصد پر یکجا کیا اور قرآنی تعلیمات کے ذریعے اُن کی اصلاح بھی کی اور اُن میں انقلابی تبدیلیاں پیدا کیں۔

نورسی کے قرآنی افکار قرآن کے ساتھ عشق وحمیت کی عظیم مثال ہیں جو کہ صرف اُس عہد کے ساتھ خاص نہیں تھے بلکہ ہر دور میں مسلمانوں کے لئے مفید اور فتنوں سے نجات پانے کے لئے کار آمد ہیں۔انتہائی نا مساعد حالات میں آپ کے قرآنی افکار نے مسلمانوں کو فرقہ واریت جیسے گھناؤنے ،قہر وذلت اور متعفن افکار سے آزادی دیتے ہوئے متحد کرتے ہوئے ایک طاقتور قوم بنانے کی مفید کوشش کی۔

نورسی کے قرآنی افکار جو کہ آج کے اس پرفتن دور اور فساداتِ قلب وجسد سے معمور عوام الناس کو راہِ راست پر لانے کے لئے انتہائی کار آمد اور فائدہ بخش ہیں ،جن کی بدولت عصرِ حاضر کے ہنگامی اور ناتواں حالات میں مثبت انقلابی تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔

ا۔امن وامان

عصر حاضر میں سب سے اہم ترین اور حل طلب مسئلہ امن وامان کی صورت حال کا ہے جو کہ روز بہ روز گھمبیر ہوتا چلا جارہا ہے۔دہشت گردی اور افراہ تفری کی حالت بد سے بدتر ہوتی

چلی جارہی ہے تو ایسے مصیبت زدہ حالات میں نورسی کے قرآنی افکار سے راہنمائی حاصل کر کے ان سنگین حالات سے چھٹکارا پایا جا سکتا ہے کیونکہ نورسی نے ''رسائل النور'' میں امن وامان کو بالخصوص بیان کیا ہے اور اُمت مسلمہ کو اس کی تلقین بھی کی ہے تا کہ امن وامان کو عام کیا جائے۔ جیسا کہ نورسی نے خود اس کی دعا بھی کی تھی:

لیھلکنی اللہ۔۔ثلاث مرات۔۔۔ان لم اکن قد خدمت الامن العام لھذا البلد اکثر من الف مدیر ا ۔

''اللہ تعالیٰ مجھے ہلاک کرے۔۔تین بار یہ کہا، اگر میں اس شہر میں امن عام کے لئے ایک ہزار منتظمین سے زیادہ کام نہ کروں''

سعید نورسی نے اپنے طلبہ کو بھی امن وامان قائم کرنے کی ترغیب دی ہے:

رسائل النور کے طلاب اداروں کے ساتھ معاونت، امن وامان کو برقرار رکھنا اور وطن وملت کی حفاظت کے لئے کوشش کرتے رہے گیں اور اُن لوگوں کو منہ توڑ جواب دیں گیں جو تخریب کار اور ملحدین اُمت اور وطن کے دشمن ہیں۔ ۲ ۔

نورسی نے رسائل النور کو بھی امن کی ترویج کا سبب قرار دیا ہے جیسا کہ اُس نے کہا ہے:

رسائل النور اور اُس کے افراد معناً امن کے افراد کی طرح ہیں جو کہ اعتقادی طور پر نظمِ شہر اور امن کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ۳ ۔

نورسی نے مزید یہ بھی بیان کیا ہے کہ کسی قوم میں دہشت گردی ختم کرنے کے لئے درج ذیل پانچ چیزوں پر عمل درآمد کرنا اشد ضروری ہے:

۱۔ رحم دلی

۲۔ احترام

۳۔ امن

۴۔ محرمات سے اجتناب

۵۔ فرمانبرادی ۴؎

نورسی کے اقوال کے مطابق امن وامان کے قیام کے لئے انتہاء درجہ کی کوشش کے ساتھ ساتھ انسان کو ایک دوسرے پر رحم دلی کا مظاہرہ ،انسانیت کا احترام،حرام چیزوں سے اجتناب اور بڑوں کی فرمانبرداری بھی کرنی ہوگی پھر امن وامان قائم ہوگا۔

قیام امن کے اسباب

نورسی نے امن وامان کو قائم کرنے کے کچھ اسباب بیان کیے ہیں جن کو اختیار کر کے مُلک میں امن وامان کے قیام کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔

ا۔تحکیم قرآن

نورسی نے قرآن کریم کی خصوصیات میں یہ بات ذکر کی ہے:

الاستیعاب فی الاحکام:هذه الشریعة الغراء قد استنبطت منه، اذ قد تضمن طراز بیانه جمیع دساتیر سعادة الدارین، و دواعی الامن والاطمینان، و روابط الحیاة الاجتماعیة، و وسائل التربیة، و حقائق الاحوال ۵؎

’’قرآن کے احکام میں استیعاب ہے: یہ چمٹی ہوئی شریعت قرآن ہی سے مستنبط ہے، کیونکہ اس کے طرز بیان میں سعادت دارین کے تمام دساتیر،امن واطمینان کے دواعی،اجتماعی زندگی کے روابط،تربیت کے وسائل اوراحوال کے حقائق موجود ہیں‘‘

نورسی نے اس میں تحکیمِ قرآن کی طرف اشارہ کیا ہے کہ قرآن میں تمام احکام واحوال کے متعلق معلومات موجود ہیں اس لئے زندگی میں کسی بھی حالت میں کوئی بھی مشکل ہو چاہے وہ امن وامان کے قیام کے متعلق ہی کیوں نہ ہوتو قرآن سے اُس کا حکم معلوم کیا جاسکتا ہے۔

۲۔اجتماعی واخلاقی مسائل کا حل

نورسی نے قیام امن کے اسباب میں سے ایک سبب اجتماعی واخلاقی مسائل کا حل بھی بنایا ہے۔جیسا کہ نورسی نے کہا ہے:

قرآن کو غیر اطمینان بخش زمانے کے لئے نتیجہ خیز قرار دیا ہے اور اجتماعی، اخلاقی اور اقتصادی اسباب کے حصول کے لئے وسیلہ بنایا ہے۔ کیونکہ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ رسالۃ القرآن اجتماعی، اخلاقی اور فکری مشکلات کو حل کرتا ہے۔۶

نورسی کا کہنا ہے کہ اگر اجتماعی، اخلاقی، فکری اور اقتصادی مسائل کا حل طلب کرنا ہے تو وہ صرف اور صرف قرآن میں ہی موجود ہے جس کو اپنا کر اِن مسائل سے نمٹا جا سکتا ہے۔ لہٰذا جب یہ مسائل حل ہو جائیں گیں تو لوگوں میں خوشحالی آئے گی اور معاشرہ امن پسند بن جائے گا۔

۳۔ تعزیر

نورسی نے قیام امن کے اسباب میں سے ایک سبب مسلمانوں پر تعزیر کو بھی قرار دیا ہے۔

جیسا کہ اُس نے کہا ہے:

مسلمان بھائیوں کو تعزیر موجودہ وقت کی اہم ضروریات میں سے ایک ضرورت ہے۔۷

مسلمانوں میں امن کو قائم کرنے کے لئے تعزیرات کا سلسلہ شروع کرنا اشد ضروری ہے کیونکہ اس سے ایک تو صاحبِ حق کو انصاف ملے گا اور لوگوں میں بدامنی جیسے اسباب پھیلانے کی جرأت پیدا نہیں ہوگی کیونکہ جب کوئی ایسا اقدام اُٹھانے کی کوشش کرے گا تو اُس کے دل میں تعزیر کا ڈر بھی رہے گا جس کی وجہ سے وہ ایسی گھٹیا قسم کی حرکات سے اجتناب کرے گا جو دوسروں کے لئے باعثِ ایذاء ہوں۔

۴۔ تقوی

قیام امن کے لئے دیگر اسباب کے ساتھ ساتھ تقوی اختیار کرنا بھی بہت ضروری ہے۔
جیسا کہ نورسی نے بیان کیا ہے:

اہل اسلام دنیا کے حصول کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ وہ تو مسلمانوں کو منظم کرنے، ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور امن قائم کرنے کے محتاج ہوتے ہیں اور یہ صرف تقوی سے ہی

حاصل ہوتا ہے۔۸؎

قیامِ امن کے لئے تقویٰ اختیار کرنا جزو لاینفک کی مانند ہے کیونکہ انسان جب گناہوں سے احتراز کرے گا تو لازمی طور پر معاشرے میں کوئی بھی ایسا اقدام نہیں ہوگا جو کسی کے لئے باعث مصیبت وابتلاء ہو اور جب معاشرے میں ایسا حُسن پیدا ہو جائے گا تو معاشرے میں امن کا قیام یقینی بن جائے گا۔

الغرض نورسی نے معاشرے میں امن وامان کو فروغ دینے کے لئے اعمال حسنہ پر عمل پیرا ہونا اور اعمال سیئہ سے اجتناب کے ساتھ عوام الناس میں ترغیب وترہیب کو بھی جمع کیا ہے۔ کیونکہ جب عوام الناس میں ترغیب وترہیب ہوگی تو امن وامان کے قیام کے لئے شوق سے کام بھی کریں گیں اور ایسے اقدامات سے گریز بھی کریں گیں جو امن امان کے قیام کے لئے باعث رکاوٹ بن رہے ہوں۔

۲۔ تعلیم

نورسی نے ''رسائل النور'' میں دین اور تعلیم کے مفہوم میں یکسانیت ومماثلت کو تاکید سے بیان کیا ہے اور اس بات کو ثابت کیا ہے کہ قرآن کریم علم ومعرفت کے لئے مصدر اساس ہے اور انسان کے انفرادی واجتماعی علوم کے لئے قرآن ایک مصباح ہے۔

عصرِ حاضر میں جس طرح تعلیم کی اہمیت کو مزید اُجاگر کرنے کی ضرورت ہے اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی اشدیت کے ساتھ اہتمام کیا جانا چاہئے کہ تعلیم ایسی ہو جو نہ صرف انفرادیت بلکہ اجتماعیت کے لئے بھی مفید ہو اور اسلام کی ترویج کے لئے بھی ایک اہم عنصر ہو۔

نورسی نے اسی بات کو''رسائل النور'' میں بھی قرآنی افکار کی روشنی میں اپنے الفاظ میں ذکر کرتے ہوئے اُمت مسلمہ کو تعلیم کی اہمیت وفوائد سے آشنا کروایا ہے تاکہ وہ اس بات سے مکمل طور پر آگاہ ہو جائیں کہ اسلامی تعلیمات صحت منداور مفید تعلیم کی نہ صرف حوصلہ افزائی کرتی ہیں بلکہ ایسی سرگرمیوں میں سرگرم رہنے کی ترغیب بھی قرآنی تعلیمات میں تاکید کے ساتھ ملتی ہیں تاکہ

تعلیم کی بدولت ایک صحت منداور تعلیم یافتہ معاشرہ وجود میں آسکے جو ہمارے لئے ایک پائیدار ترقی کا ضامن ہو۔

۳۔اتحادو یگانگت

عصر حاضر میں فتنوں کے سدّ باب کے لئے دیگر عوامل کے ساتھ ساتھ ملت کا متحد ہونا انتہائی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ موجودہ نفسانفسی کے عالَم میں اتحادومحبت اور باہمی یگانگت کی اشد ضرورت ہے تاکہ تمام ایسی معاشرتی برائیوں کو پامال کیا جائے جن سے امن کو سبوتاژ کیا جارہا ہے ۔

عصرِ حاضر میں باہمی اتحادومحبت کو پیدا کرنے کے لئے نورسی کے قرآنی افکار ایک اہم کردار ادا کر سکتے ہیں اور نورسی نے بھی اپنے رسائل میں اس بات کو اہمیت کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے کہا ہے:

> اب اسلامی اتحاد کا وقت ہے اور یہی حقیقت ہے لہٰذا چھوٹی چھوٹی باتوں سے صرفِ نظر کیا جائے اور ہر ایک اس بات کو درگزر کرے۔۹

نورسی صاف اور واضح الفاظ میں کہہ رہے ہیں کہ اب جو وقت ہے یہ آپس میں اتحاد قائم کرنے کا ہے آپس میں لڑائی جھگڑے کا وقت نہیں ہے لہٰذا ہم میں سے ہر کسی کو یہ چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو درگزر کر دیا کرے تاکہ آپس میں اختلافات وتنازعات پیدا نہ ہوں اور معاشرے میں صرف محبت واتحاد ہی رہے تاکہ معاشرے کی فضاء کو پُرامن اور پرسکون رکھا جائے۔نورسی نے باہمی اتحادومحبت کو قائم رکھنے کے لئے اُمت مسلمہ کی بیماریوں وامراض اور اُن کے علاج کے لئے جو دوائیں ''رسائل النور'' میں ذکر کی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

امراض	علاج
نااُمیدی	اُمید

جھوٹ	سچ
عداوت	محبت
گروہ بندی	اتحاد
استبداد (ظلم و بے توقیری)	احترام انسانیت
انانیہ (خودسری)	شوریٰ [10]

۴۔ توکل و کوشش

عصرِ حاضر کے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ توکل و کوشش کا ہے کہ کسی کام کو پورا کرنے یا کوئی مقصد حاصل کرنے کے لئے اتنی محنت یا کوشش نہیں کی جاتی جتنی کہ ضرورت ہوتی ہے بلکہ سُستی سے کام کیا جاتا ہے۔ جبکہ کوئی بھی کام بغیر محنت کے مکمل نہیں ہوسکتا اور عصرِ حاضر میں مقاصد کے حصول کے لئے اُمت مسلمہ کو دن رات محنت کی ضرورت ہے تاکہ مسلمان اپنی گری ہوئی پستی سے عروج کی طرف گامزن ہوسکیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ محنت و کوشش کے بعد اللہ پر توکل بھی ہونا چاہئے کیونکہ اگر اللہ پر توکل نہیں ہوگا تو نصرتِ خداوندی بھی نہیں آئے گی۔

نورسی نے اپنے رسائل میں توکل و کوشش کو بھی اسی مقصد کے لئے ذکر کیا ہے تاکہ مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار ہوں اور اسلام کی ترقی و بلندی کے لئے سرتوڑ کوشش کریں۔

جیسا کہ نورسی نے لکھا ہے:

جو لوگ دوسروں کی معاونت کے محتاج نہیں ہوتے وہ ایمان قوی کے مالک ہیں اور اُن میں توکل اور تسلیم ہے۔[11]

نورسی نے اس میں توکل اور محنت کو قوی ایمان والوں کی صفت قرار دیا ہے کہ وہ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں پر انحصار نہیں کرتے کہ دوسروں کی مدد کے منتظر رہتے ہوں بلکہ وہ محنت اور کوشش کرتے ہیں اور اپنا کام خود کرنے کو ترجیح دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ پر توکل

کرتے ہوئے اس کام کا انجام اللہ رب العزت کے سپرد کر دیتے ہیں۔

عصرِ حاضر میں مسلمانوں میں اخلاق کے بگاڑ کی سب سے بڑی وجہ توکل و محنت کی کمی ہے اور انسان ہر کام میں دوسروں کی مدد کا منتظر رہتا ہے۔ خود وہ احساس کمتری کا مرتکب رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ دوسروں پر نظریں جمائے رکھتا ہے۔ اور اگر کوئی خود کام کرتا بھی ہے تو وہ توکل سے کام نہیں لیتا بلکہ بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے فوراً سے بھی پہلے اُس کا ثمر چاہتا ہے۔

لہٰذا آج کے اس دور میں خصوصاً اُمت مسلمہ کو چاہئے کہ وہ غیروں پر انحصار نہ کریں بلکہ اللہ پر توکل کرتے ہوئے خود کفیل بننے کی محنت و کوشش میں مبتلا ہو جائیں۔ کیونکہ قوی ایمان والے وہی ہوتے ہیں جو اپنا کام خود کرنے کے عادی ہوں اور دوسروں کی امداد کا سہارا نہ لیں۔

۵۔ اعتدال

عصر حاضر میں ایک سب سے بڑا مرض ''تعصب'' کا ہونا اور اعتدال کا نہ ہونا ہے۔ آج کے دور میں ہر کسی کا یہی نظریہ بن چکا ہے کہ وہ صرف اپنے مفاد کو فوقیت دیتا ہے اور دوسروں کی رائے اور حق کی طرف غور و فکر تو دور کی بات توجہ تک ہی نہیں کرتا۔ اور صرف اپنی ہی رائے کو درست سمجھا جاتا ہے اور اُس کی مخالفت کرنے والے کی طرف التفات نہیں کی جاتی اور نہ ہی اُس میں اجتہاد کیا جاتا ہے۔ نورسی نے بھی اس مسئلہ کو پرکھتے ہوئے اس پر تنبیہ کی ہے اور کہا ہے:

> شخصی رائے اور انفرادی غور و فکر انسان کے اعمال کو ضائع کر دیتے ہیں جس طرح انسان کی فطرت میں اپنے حقوق کی رعایت کرنا شامل ہے اسی طرح دوسروں کے حقوق کی رعایت کرنا بھی اُس کو متضمن ہے۔ ۱۲

نورسی اس میں صاف و اشگاف الفاظ میں کہہ رہے ہیں کہ دوسروں کے حقوق کو اتنی ہی اہمیت دینا ضروری ہے جتنی انسان خود اپنے حقوق کو اہمیت دیتا ہے۔ اور اگر کوئی ایسا نہ کرے بلکہ انفرادی غور و فکر کو ہی حرفِ آخر سمجھے تو یہ عمل اُس کے اعمال کو ضائع کر دیتا ہے اور اُس کو تباہ کر دیتا

ہے۔

دین خیر خواہی کا نام ہے اور ہر کسی کو اُس کا حق دینا اور اُن کے حقوق کی رعایت کرنا انسان کے فرائض میں شامل ہے۔ اور ہر انسان کو تعصب وتشدد کو ترک کرتے ہوئے اعتدال ومیانہ روی کا راستہ اپنانا چاہیئے تا کہ ہر کسی کو اُس کا حق مل جائے۔ اور اس کے لئے سب سے اہم چیز ہر کسی کی بات کو سُننا اور اپنی فکر کو حتمی نہ سمجھنا ہے کیونکہ بہت سے مسائل صرف اسی وجہ سے طول پکڑتے ہیں جب انسان دوسروں کی رائے کو اہمیت نہیں دیتا۔

لہٰذا اگر اعتدال کا مظاہرہ کیا جائے اور انسان اپنی رائے کے ساتھ ساتھ دوسروں کی منشاء کو بھی مدِ نظر رکھنا شروع کر دے تو بھی عصرِ حاضر میں پیدا شدہ بہت سے مسائل ختم ہو سکتے ہیں۔

۶۔ اشخاص نہیں افکار

عصرِ حاضر میں اُمت مسلمہ کا ایک سب سے بڑا مسئلہ یہ بھی ہے کہ وہ اشخاص کی پیروی کرتے ہیں افکار کی نہیں۔ یعنی صرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ بات کس نے کہی لیکن یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کیا بات کہی؟ یہ صرف اور صرف اشخاص کی پیروی ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کے افکار میں بگاڑ پیدا ہو رہا ہے کیونکہ اس سے اقوال کے درست وغلط ہونے کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اور ویسے بھی اُمت مسلمہ کے لئے حجت اور دلیل اشخاص نہیں بلکہ ہر بات کی اچھی طرح تحقیق ہونی چاہیئے تا کہ اس بات کا اندازہ لگایا جا سکے کہ کہنے والے نے یہ بات درست بھی کہی ہے یا نہیں؟

جیسا کہ نورسی نے بھی اپنے طلبہ کو اس بات کی نصیحت کی تھی:

تم میری شخصیت کو مجھ سے زیادہ اہمیت دیتے ہو جبکہ میں اس اہتمام واحترام کو اپنے لئے اہانت سمجھتا ہوں کیونکہ اس طرح تمہارا تعلق مجھ سے ہوگا نہ کہ رسائل النور سے جن کا ربط قرآن کے ساتھ ہے۔ ۱۳

نورسی اس میں اپنے طلبہ کو یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ ''رسائل النور'' اس لئے اہمیت کے

حامل نہیں ہیں کہ وہ مجھ سے منسوب ہیں بلکہ اُن کی اہمیت اس لئے ہے کیونکہ وہ قرآن سے ربط رکھتے ہیں۔لہٰذا یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ کہنے والے کی شخصیت جتنی عظیم ہوگی اس کی بات بھی اُتنی ہی عظیم ہوگی بلکہ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ اُس کی فکر اور سوچ اسلام کے اصولوں کے مطابق ہے یا مخالف؟

اگر تو اُس کی فکر اسلام کے اُصولوں کے مطابق ہے تو وہ چاہے کوئی ادنی شخصیت کا بھی حامل ہو گا تو قابل حجت وعمل ہے ورنہ اُس کو درگزر اور نظر انداز کر دیا جائے گا چاہے وہ کسی اعلی شخصیت کا ہی قول کیوں نہ ہو۔

۷۔عمل بالقرآن

اُمتِ محمدی کے لئے قرآن ایک اساس اور جوہر ہے جس سے عملی حیات کے طُرق کا علم ہوتا ہے جو عوام الناس اور اخص الخاص سب کے لئے راہِ ہدایت ہے، روشن چراغ اور صراط مستقیم ہے۔اخلاقی اصلاح اور فلاح کے لئے عمل بالقرآن ناگزیر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نورسی نے قرآن کی ایک مکمل تفسیر ''رسائل النور'' کی صورت میں تالیف کی اور اس میں عصرِ حاضر میں پیدا ہونے والے مسائل ومشکلات اور اخلاقی برائیوں کے سدِ باب کے لئے اُس کو آسان اور جدید انداز سے تصنیف کیا تا کہ ہر کسی کے لئے اس کو سمجھنا ، پڑھنا اور اُن پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔

الغرض آج کے دور میں تمام مسائل کا حل صرف اور صرف عمل بالقرآن سے ہی ممکن ہے کیونکہ قرآن ہی وہ واحد راستہ ہے جو مسلمانوں کو اُن کا اصلی سابقہ مقام اُن کو پھر سے لوٹا سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ نورسی، اللمعات، ص:۳۹۷

۲۔ ایضا، الشعاعات، ص:۵۶۳

۳۔ ایضا، ملاحق، ص:۳۶۷

۴۔ ایضا، ص:۲۱۳

۵۔ ایضا، ص:۱۸۴

۶۔ ایضا، اشارات الاعجاز فی مظان الایجاز، ص:۲۸۸

۷۔ ایضا، المکتوبات، ص:۳۴۹

۸۔ ایضا، المثنوی العربی النوری، ص:۲۷۴

۹۔ ایضا، صیقل الاسلام، ص:۵۱۲

۱۰۔ ایضا، ص:۵۱۵۔۴۹۲

۱۱۔ ایضا، اللمعات، ص:۲۳۴

۱۲۔ ایضا، صیقل الاسلام، ص:۴۳۳

۱۳۔ ایضا، سیرۃ ذاتیۃ، ص:۵۳۹



More Light

ادارہ تصنیف وتالیف وترجمہ

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Printed by
SHAMA BOOKS Faisalabad.
+92-41-2627568, 2613449, shamabooks@live.com